TEXT PROBLEM WITHIN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222509
UNIVERSAL
LIBRARY

دلمیں کچھ چبھتی ہوئی تقریر ہونی چاہیے
تا کہ کیا بات میں تاثیر ہونی چاہیے

علم مجلسی

المعروف باسم

مجموعۂ زندہ دلی

جسمیں

شعرائے باکمال کے پھڑکتے ہوئے نایاب اشعار جمع کیے گئے ہیں

اور اُن کے صحیح اور جائز استعمال کا موقع بتلایا گیا ہے

مرتبہ

عزیز الرحمن عزیز دہلوی

کلاں محل - دہلی

قیمت ایک روپیہ ( )

مرا پیغامبر طرز ادائے ناز کیا سمجھے
خدا جانے یہ کیا بہکے وہ مست ناز کیا سمجھے

باہتمام منشی عبد القدیر الماس پریس دہلی میں چھپا

عالی جناب مستطاب مصور فطرت حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی کی بے نظیر تصنیفات

CHECKED 1951

میلاد نامہ یہ اسلامی تاریخ کے سلسلہ کی پہلی کتاب ہے۔ طرز بیان لاجواب ہے۔ میلاد شریف کی محفلوں میں نہایت شوق سے پڑھی جاتی ہے، اور میلاد رسول کے متعلق بہتر کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔ اعلیٰ لکھائی چھپائی۔ خوبصورت سائز۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

محرم نامہ یہ اسلامی تاریخ کی دوسری کتاب ہے جس میں وفات رسول کے بعد سے واقعہ کربلا تک کے تمام حالات۔ خلافت کے جھگڑے صفین اور جمل کی ہولناک لڑائیاں اور عجیب عجیب واقعات خواجہ صاحب نے اپنے خاص مستانہ انداز میں بیان کیے ہیں محرم کی مجلسوں میں یہ کتاب ہر سال ہر جگہ پڑھی جاتی ہے۔ قیمت عہ

یزید نامہ یہ اسلامی تاریخ کی تیسری کتاب ہے جس میں واقعہ کربلا کے بعد سے شاہان بنی امیہ کے اخیر بادشاہ تک کے تمام حالات و واقعات نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ قیمت فی جلد عہ

طمانچہ بر رخسار یزید۔ خواجہ صاحب کا ایک نہایت دلکش ناول جس میں اشرار بنی امیہ کی خفیہ بدکاریوں کی قلعی کھولی گئی ہے۔ قیمت ایک روپیہ

کرشن بیتی ہندوؤں کے مشہور اوتار سری کرشن جی مہاراج کی اصلی اور اصلی سوانح عمری حضرت خواجہ صاحب کے قلم سے۔ قیمت ۱عہ اس میں کئی فوٹو کی تصویریں بھی شامل ہیں۔

غدر دہلی اس کتاب کے آٹھ حصے ہیں جن میں غدر دہلی کے اصلی حالات درد انگیز پیرایہ میں بیان کیے ہیں۔ حصہ اول عہ حصہ دوم ۶ر سوم ۸ر چہارم ۸ر پنجم ۸ر ششم ۴ر ہفتم ۱۲ر ہشتم عہ

منیجر حبیب کتب خانہ۔ کلاں محل دہلی

فہرست مضامین مجموعہ ہذا موسومہ علم مجلسی

نمبر	عنوان	صفحہ	نمبر	عنوان	صفحہ
١	دیباچہ	٤	١٦	انداز بیان۔حسن تقریر	٤٤
٢	مقدمہ	١١	١٧	آہ۔	٤٥
٣	حمد باری تعالیٰ عز اسمہ	٣٣	١٨	انتظار۔	٤٦
٤	مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات	٣٤	١٩	آمد جاناں۔	٤٧
٥	نعت رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم	٣٥	٢٠	اقرار۔وعدہ۔قول وقسم عہد وپیماں وعدہ خلافی بے اعتباری	٤٨
٦	امید وتمنائے شفاعت	٣٦			
٧	اظہار مدعا	٣٧	٢١	آنکھ۔ابرو واشک۔مژگاں	٤٩
٨	انکار	٣٨	٢٢	آبرو عزت۔بے عزتی۔	٥٠
			٢٣	اشراف گردی	،،
٩	آرزو۔ارمان۔حسرت۔تمنا	٣٩	٢٣	اخلاق۔آدمیت۔علم وہنر	٥١
١٠	آئینہ۔آرسی	٤٠	٢٤	بوسہ۔	٥٢
١١	اللہ سے مانگو ماسوا سے نہیں	٤١	٢٥	بہار۔	٥٣
١٢	امتحان	،،	٢٦	بناؤ سنگار	،،
١٣	اظہار عشق والفت	٤٢	٢٧	بھولاپن	٥٤
١٤	اظہار عشق نہ کرنا چاہیے	٤٣	٢٨	بلاوا۔	،،
١٥	انگڑائی۔جمائی۔	،،	٢٩	بہانہ۔عذر۔حیلہ۔حوالہ	٥٥

نمبر	عنوان	صفحہ	نمبر	عنوان	صفحہ
۳۰	بغض وحسد۔ کینہ۔	۵۵	۵۰	توبہ	۶۶
۳۱	بیوفائی۔ بےاعتباری آناکانی	۵۶	۵۱	ترک عشقبازی۔	〃
۳۲	بدگمانی۔	۵۷	۵۲	تقدیر	۶۷
۳۳	بدمزاجی۔ بدزبانی۔	〃	۵۳	تدبیر۔	〃
۳۴	بے ثباتی دنیا۔	۵۸	۵۴	جوانی۔	۶۸
۳۵	بے خودی۔	〃	۵۵	جوبن۔	〃
۳۶	بیماری الفت۔ مریض عشق۔ طبیب۔ عیادت	۵۹	۵۶	جور وجفا۔ ظلم وستم	۶۹
۳۷	بت۔ بتخانہ	〃	۵۷	جلانا۔ ستانا۔	〃
۳۸	بیقراری۔ بےچینی۔ بیتابی۔	۶۰	۵۸	جنون، وحشت۔ سودا۔ دیوانگی۔	۷۰
۳۹	بیکلی۔ بےبسی۔ مجبوری	〃	۵۹	جنازہ۔ لاش	〃
۴۰	پریشانی۔	۶۱	۶۰	چھیڑ چھاڑ۔ مذاق۔	۷۱
۴۱	پشیمانی۔	〃	۶۱	جذب دل۔	۷۲
۴۲	پیری۔	۶۲	۶۲	جرم۔ جزا۔ سزا۔	〃
۴۳	پارسائی۔	〃	۶۳	چالبازی۔ عیاری	۷۳
۴۴	پردہ۔	۶۳	۶۴	حیا۔ حجاب۔ شرم۔	۷۴
۴۵	پان۔	〃	۶۵	حسد۔ رشک	〃
۴۶	پیغامبر۔ قاصد۔ پیام سلام۔	۶۴	۶۶	حسرت۔ یاس۔ بیکسی۔	۷۵
۴۷	پابندی وضع۔ خودداری	〃	۶۷	حسن وجمال	〃
۴۸	تصویر۔	۶۵	۶۸	حوصلہ۔ ہمت	۷۶
۴۹	تصور۔ خیال۔	〃	۶۹	حنا۔ مہندی	〃

نمبر	عنوان	صفحہ
٧٠	حالِ دل۔ داستانِ غم	٧٧
٧١	حیرت۔ استعجاب۔	"
٧٢	خواب۔	٧٨
٧٣	خضاب۔	"
٧٤	خدا کی دین۔ شانِ رزاقی و کریمی	٧٩
٧٥	خدا اپنے گدھوں کو خشکہ کھلاتا ہے	"
٧٦	خط و کتابت۔	٨٠
٧٧	خوفِ محشر	٨١
٧٨	خطرۂ فراق	"
٧٩	خوشامد	٨٢
٨٠	خودی۔ خودستائی	"
٨١	دل	٨٣
٨٢	دراز دستی۔ ہاتھاپائی	"
٨٣	خلوت۔ تخلیہ۔ تنہائی	٨٤
٨٤	خونِ ناحق۔	"
٨٥	دعا۔	٨٥
٨٦	دردِ دل۔	٨٦
٨٧	خاکساری۔ انکساری۔ عجز	٨٧
٨٨	خودغرضی	"
٨٩	دھمکی	٨٨
٩٠	دست درازی۔ دھینگامشتی	٨٨
٩١	درِ جانان۔ دربان	٨٩
٩٢	دوست۔ دشمن	٩٠
٩٣	رقیب۔ رقابت۔	٩١
٩٤	رازِ الفت	"
٩٥	رحم و کرم۔ غفاری ستاری	٩٢
٩٦	رخصتِ یار۔	٩٣
٩٧	راز و نیاز۔ اختلاط	٩٤
٩٨	رمز و کنایہ	"
٩٩	روٹھنا منانا۔	٩٥
١٠٠	ریاکاری	٩٦
١٠١	رند۔	"
١٠٢	زاہد ریاکار	٩٧
١٠٣	زندگی۔	٩٨
١٠٤	سوز و ساز	"
١٠٥	سلام۔ مزاج پرسی	٩٩
١٠٦	سادگی وضع	"
١٠٧	سادہ دلی	"
١٠٨	متفرقات	١٠٠
١٠٩	نمکدانِ ظرافت (مذاقیہ اشعار)	١٠١

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

از قلم حقیقت رقم آفتاب سپہر شعرائی ہمپایہ ظہوری و خاقانی
[illegible] ملک الشعرا بدیع الملک
کمال الکلام ابو الصدق [illegible] صاحب فیضی الغوی [illegible]
دامت فیوضہم العالی

ز لاف حمد و ثنا دل ست خاک ادب خفتن
سجودے می‌توان کردن درودے می‌توان گفتن

میرے کرم فرما جناب عزیز کی یہ تالیف اپنے رنگ کی سب سے پہلی اور سب سے عجیب تالیف ہے، اور جس قدر جناب موصوف کو اس کی ترتیب و اشاعت میں دماغ سوزی اور جگر کاوی سے کام لینا پڑا ہو گا اسکا اندازہ کچھ وہی طبیعتیں خوب کر سکتی ہیں جو تصنیف و تالیف کی سخت و جانفرسا مرحلوں کو طے کر چکی ہوں یا جنہوں نے اس دشوار گزار رستہ میں بھولے بھٹکے گام فرسائی کی ہو۔

منزل عشق کی سختی کوئی ہم سے پوچھے ٭ خضر کیا جانیں غریب اگلے زمانہ والے

اس کتاب میں ہندوستانی شعراء کے کلام کو خاص خاص عنوانوں کے ماتحت جمع کر کے جناب عزیزؔ نے اُن بیچاروں کے نام کو زندہ رکھنے کی کوشش کی ہے اور بڑی حد تک اُس میں کامیاب ہو گئے ہیں،

دوسری بات جو اس مجموعہ میں ہے اُس سے جناب مؤلف کے کمالِ فہم و فراست پر روشنی پڑتی ہے اور وہ یہ ہے کہ مؤلف نے انتخاب اشعار میں ہر مذاق کا لحاظ رکھا ہے۔ ایک رند لااُبالی سے لیکر جناب شیخ مدظلہ العالی تک برابر اس سے لطف اور فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

دیکھی جو شکل خواب میں بھی اس کتاب کی — پسلی پھڑک اُٹھی نظرِ انتخاب کی

میری دانست میں تو اس مجموعہ کو انسانی جذبات اور خیالات کی انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو نہایت بجا اور درست ہوگا یا داستانِ امیر حمزہ والے عمر عیار کی زنبیل کہ جب چاہا اور جو چاہا، ہاتھ ڈالا اور نکال لیا، نہ زحمتِ تلاش و جستجو۔ نہ ضرورت دوادوش و گفتگو۔

اک چمن ہے یہ کہ جس میں پھول پھل ہیں بے شمار — یوں تو ایسا کہ رہتی ہو سدا جس میں بہار
ہر شجر ہر شاخ پر بیٹھی عنادل کی قطار — سو ترانے گا رہی ہو لب پہ ہوں نغمے ہزار
لوٹ جائے جنکو سنکر آدمی بے اختیار

وصل کی باتیں ہوں، یا ہجر کی راتیں، گل و گلزار کی بہار ہو یا دشتِ پُرخار شادی و خرمی ہو یا رنجش و غمی۔ تصور ہو یا تصویر۔ تدبر ہو یا تدبیر۔ راحت ہو یا عشرت۔ آفت ہو یا کلفت۔ سفیدی ہو یا سیاہی۔ یادِ بتاں ہو یا ذکرِ الٰہی۔ نور ہو یا نار۔ برگ ہو یا بار۔ خشکی ہو یا تری۔ مہربانی ہو یا ستمگری۔ لطف ہو یا جور۔ فکر ہو یا غور۔ سوزش ہو یا درد۔ آہ گرم ہو یا

نالۂ سرد- جلال ہو یا جمال- قال ہو یا مقال- ہنر ہو یا بے ہنری- بیوقوفی ہو یا دانشوری- جود و سخا ہو، یا مہر و عطا- اقرار ہو یا انکار- التجا ہو یا اصرار دلیری ہو یا شجاعت، تونگری ہو یا قناعت- میخواری ہو یا پرہیزگاری یاکبازی ہو یا عیاری- افسردہ دلی ہو یا آبلہ پائی- گلگشتِ چمن ہو یا دشت پیمائی- حور ہو یا قصور- دشت ایمن ہو یا کوہ طور، کون سی چیز ہے جو اِس میں نہیں ہے- کتاب ہے کہ نگار خانۂ چین ہے-

جو لوگ معائب کی تلاش سے احتراز فرما کر محاسن کو اپنا نقطۂ نظر بنائینگے وہ اِس دلچسپ مجموعہ کو دیکھکر امیر خسرو کا یہ شعر ضرور زبان پر لائیں گے:-

آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

یا کم از کم میرے یہ اشعار اس کتاب کی تعریف میں سمجھے جائیں گے:-

تیرا رخِ پُر نور ہے غیرت دہِ حور و پری
تو سربسر ہے حور ہے رشکِ بتانِ آذری
سیمیں تن غنچہ دہن، گلپیرہن رشکِ چمن
اے نکہتِ فرحت فزا اے نوبہارِ دلبری
تیرا جمال باصفا دنیا کی آنکھوں کی ضیا
اے مرحبا صد مرحبا یہ تیری جلوہ گستری
اے زینتِ دربارِ حسن اے ابرِ گوہر بارِ حسن
اے مطلعِ انوارِ حسن اے مقطعِ دانشوری
خورشید وش رشکِ قمر آرامِ جاں نورِ نظر
حاصل تجھے شام و سحر ایجاں ہے شانِ برتری
اے راحتِ روحِ رواں اے طاقتِ دلخستگاں
لب میں مسیحائی، تری آنکھوں میں ہے جادوگری
جو کچھ ہیں تجھ میں خوبیاں دشوار ہے اُن کا بیاں
جتنی بھی ہیں دلچسپیاں دنیا کی تجھ میں ہیں بھری
تیری ادائیں دلنشیں انداز سب جاں آفریں
ہے راحتِ قلبِ حزیں ظالم تری عشوہ گری

جناب مولف کا منشاء اس کتاب کی تالیف سے جو کچھ ہے وہ بطور خود بہت اہم ہے وہ عامۃ الناس کو علم مجلسی اور زندہ دلی کی تعلیم دینی چاہتے ہیں اور اُن کی عام بول چال اور طرزِ گفتگو کی اصلاح کر کے اُن میں مذاق سلیم

پیدا کرنا اُن کا مقصدِ زرّیں ہے۔
خدا کرے جناب عزیز اپنے اس مبارک مقصد میں پورے طور پر کامیابی حاصل کریں اور میں اُن کو نہایت خوشی کے ساتھ اُن کی کامیابی پر مبارک باد دوں اب بھی کم سے کم میں اُن کو "محسن الشعراء" تو ضرور کہوں گا۔ کیونکہ اُن کی یہ باوقعت کتاب غریب شعراء پر اُن کے ایک احسان کا ایسا صاف و شفاف آئینہ ہے جو مدتوں تک زنگ آلود نہیں ہو سکتا۔

جناب عزیز نے اس کتاب کی تالیف سے ایک نئے طرز کی بنیاد قائم کی ہے جس کی اُردو لٹریچر میں اب تک کمی تھی اور اس لحاظ سے جناب عزیز ہر طرح قدر دانی اور شکر گزاری کے مستحق ہیں اور ادب اُردو کے محسنوں کی فہرست میں جناب عزیز کا نام بھی ممتاز جگہ حاصل کر چکا ہے۔

جناب عزیز نے جس محنت و عرق ریزی سے ان منتشر مگر قیمتی اور شاندار موتیوں کو لڑیوں میں پرو کر ملک میں پیش کیا ہے کاش ان موتیوں کے پرکھنے والے صاحب نظر جوہری جناب عزیز کے سلکِ جواہر کی قیمت لگائیں اور ان بیش بہا اور گرانمایہ موتیوں کو اپنے طرۂ افتخار کی زینت بنائیں۔

جناب عزیز کی طبّاعی اور جدّت طرازی فی الحقیقت قابل مبارکباد ہے اور اُمید ہے کہ وہ آئندہ بھی اپنی دماغی مصروفیت سے برابر کام لیکر اُردو لٹریچر کو اپنا رہینِ منّت اور مُلک وملّت کو مرہونِ احسان فرمائیں گے۔ کیونکہ ایک ایسے شخص کو جو ملک میں ایک مفید اور نئے

مذاق کی بنیاد قائم کرکے ایک شاندار عمارت قائم کرنا چاہتا ہو اُسکو بھی نچلا نہ بیٹھنا چاہیئے۔

جنابِ عزیز کی یہ کتاب اگر غور سے دیکھی گئی اور اس سے حقیقی فائدہ اُٹھایا گیا تو ایسی کارآمد چیز ثابت ہوگی جسکی کوئی حد و پایاں نہیں،

لیکن اچھی صورتوں کے واسطے ٭ دیکھنے والا بھی اچھا چاہیئے

جنابِ عزیز نے جہاں ملک کے سامنے ایسا اچھا تحفہ پیش کیا ہے اُمید ہے کہ ملک بھی جنابِ عزیز کی حوصلہ افزائی اور قدردانی میں بیا سیرچشمی اور فراخدلی سے حصہ لیگا، تاکہ جنابِ موصوف کے آئندہ کارنامے اس سے بھی زیادہ مہتم بالشان اور قیمتی ثابت ہوں اور لوگوں کو اس سے کہیں زیادہ فائدہ اُٹھانے کا موقع مل سکے۔

مرحبا فکرِ عزیز دہلوی
رند آنکھوں سے لگا لینگے اسے
اس میں جو اشعار ہیں وہ بیمثال
اسکا جو انداز ہے وہ لاجواب
رہنما اپنا بنائیں وہ اسے
مردہ دل اک نسخہ میں پائیں حیات
دیں مولف کو دعائیں سینکڑوں
مر نہیں سکتے ہزاروں سال اب
ارمغانِ دہلی اسکو میں کہوں

کیا کتاب بے بدل تالیف کی
سر پہ رکھینگے ادب سے متقی
بات جو ہے ایک اپنے رنگ کی
دوسرا جسکا نہیں ثانی کوئی
سیکھنا چاہیں جو علمِ مجلسی
پھر میسر ہو اُنہیں زندہ دلی
شاعرانِ مبتدی و منتہی
بعد مردن بھی رہیگی زندگی
تو برآمد ہو قومی تاریخ بھی

۱۳۵۱ھ

کاش مقبول جہاں ہو یہ کتاب
کاش اسپر لوٹ ہو دُنیا کا جی

سُنا کرتے ہیں پہروں دل لگا کر میرے شیون کو
سخن سنجی سکھاتا ہوں نوا سنجانِ گلشن کو

حضرات نوجوانانِ خوش طبع، و پیرانِ زندہ دل وصاحبانِ عاشق مزاج کی خدمت میں عرض ہے کہ اس کتاب کی ترتیب و تدوین و اشاعت سے نہ اپنی قابلیت کا اظہار مقصود ہے نہ لیاقت علمی کا اعلان، لیکن یہ عرض کر دینے میں بے شک مجھے تامل نہیں کہ اس میں میرا بہت سا قیمتی وقت صرف ہوا ہے رات کی ہوشربا تاریکی اور ہولناک سناٹے میں جبکہ دُنیا کے تمام فارغ البال اصحاب اور بفکرے لوگ پاؤں پھیلائے دُنیا و مافیہا سے بے خبر آرام سے سو رہے ہوں گے۔ زاہدانِ شب بیدار بارتیعالےٰ کی حمد و ثنا میں مصروف اور قیام و قعود و رکوع و سجود اور توبہ استغفار میں مشغول ہونگے۔ صوفیائے کرام عالمِ وجد میں ذکرِ ہو اور ضرب الا اللہ کے شغل میں منہمک ہونگے کوئی آفت کا مارا۔ ہجراں نصیب عاشق مزاج کسی کی یاد میں بیچینی اور بیتابی کی کروٹیں بدل رہا ہوگا اور تصور ہی تصور میں تصویر جاناں سے

ہمکلامی کا لطف اٹھا رہا ہوگا۔ کیونکہ ؎
رات کا خاموش منظر اور تصور یار کا ہے یہی اک وقت راحت عشق کے بیمار کا
ٹھیک اسی وقت میں نے اپنی نیند کو حرام کر کے اور اپنے تمام آرام و راحت
کو خیرباد کہکر یہ دلچسپ چٹپٹے اور کار آمد اشعار کا ذخیرہ مختلف کتابوں
ناولوں کی ورق گردانی۔ بہت سے احباب کی امداد اور زندہ دل حضرات کی
زبانی یاد سے، منت سماجت خوشامد درآمد سے اور خدا جانے کن کن ذرائع
اور وسیلوں سے آپ کی دلچسپی اور دلبستگی کے لیئے جمع کیا ہے۔
اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی خاص طور پر ملحوظ رکھا کہ شعر ایسے ہوں جن میں
لطفِ خیال بھی ہو اور لطف زبان بھی، بلند تخیل بھی ہو اور حسنِ بیان بھی۔
زبان میں سلاست ہو اور بیان میں ندرت، مضمون صاف ہوں اور روزمرہ
شفاف۔ سادگی ہو۔ صفائی ہو۔ دلفریبی ہو، دل آرائی ہو۔ جو شعر ہو وہ
زبان سے نکلتے ہی کانوں کے راستہ سے دل میں اتر جائے اور سننے والوں
کی زبان بے اختیار واہ وا سبحان اللہ کا ترانہ گائے۔ ہر شخص آسانی کے ساتھ
سمجھ سکے۔ علمی قابلیت سے کام لینے اور دل و دماغ کو زیادہ غور و فکر کی بندشوں
میں جکڑنے کی ضرورت نہ ہو، روزمرہ کی گفتگو۔ آپس کی بات چیت اور دنیا اور
عقبیٰ کے تمام معاملات میں نہایت خوبی کے ساتھ ان کا استعمال ہو سکے۔ اور
موقع محل پر ان کا زبان سے ادا ہونا گفتگو میں سونے پر سہاگہ کا کام دے
مغلق ترکیبیں، پیچیدہ بندشیں، دشوار تخیلات اور دقیق جذبات کو سمجھنے والے
مشکل سے سو میں دو چار ہونگے، اس لیئے ان سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف
ان اشعار کو انتخاب کیا جن کا ہر مصرع بلکہ ہر لفظ شوخی اور زندہ دلی کا مجسمہ ہے
معاملہ بندی کا یہ عالم ہے کہ اگر ان کو برمحل پڑھا جائے تو سننے والے تڑپ جائیں

اور رقص بسمل کا تماشہ دکھلائیں، پھر
مرقع مستیوں کا آئینہ ہے زہد و تقویٰ کا عصا ہے پیر کے حق میں جواں کو عیش کا نقشا
نصیحت کا خزانہ ہے مگر دلچسپ اور زیبا یہ بچوں کا کھلونا۔ میکشوں کی واسطے صہبا
یہ تصویرِ عبادت ہے یہ تنویرِ قناعت ہے
یہ فوٹو وصل کا، آئینہ شبہائے فرقت ہے

میں نے اس کتاب کو کیوں مرتب کیا

یہ ایک سوال ہے جو قدرتاً پیدا ہوتا ہے اور اسکا جواب نہایت سچائی کے ساتھ یہ ہے کہ ہر ملک، ہر قوم۔ ہر فرقہ۔ ہر گروہ اور ہر سوسائٹی اپنی دلچسپی کے لیئے کچھ نہ کچھ مذاق ضرور رکھتی ہے۔ ایشیائی قوموں میں شاعری کو جزوِ زندگی بنایا گیا۔ عرب نے اسمیں سب سے بڑھکر حصہ لیا۔ اس کے بعد ایران نے اُسمیں زیادہ انہماک سے کام لیکر دلچسپیاں پیدا کیں۔ ہندوستان بھی عرب و ایران سے شعر و شاعری سے دلچسپی لینے میں کچھ کم نہیں ثابت ہوا۔ یہاں کی ہندی شاعری کو دیکھیئے کیسے مؤثر جذبات۔ کیسے دلکش خیالات اور کیسی دلفریب طرزِ ادا ہے کہ سنکر سینہ میں دل بے چین ہو جاتا ہے۔ اُردو شاعری نے ایرانی شاعری کا اتباع کیا۔ جو ہندی شاعری کے رُتبہ کو تو نہ پہنچ سکی مگر پھر بھی مقبولیت کا سہرا ضرور اپنے سر پر سجا لیا۔ اور یہاں بات بات پر اشعار وردِ زبان رہنے لگے جو گفتگو کے لطف میں چار چاند لگا دیتے تھے۔ اب وہ لوگ نہ رہے، وہ بزم سونی ہو گئی۔ علمی شمعیں جھلملا جھلملا کر خاموش ہو گئیں۔ ادبی ستارے غروب ہو گئے۔ اخلاقی چراغ بھی اب اگر کہیں ملجاتا ہے تو ٹمٹماتا اور مرثیہ رحلت سُناتا ہوا۔ شعر و سخن کی آن بان بھی رخصت ہو چکی ہے اور حُسنِ بیان بھی خاک میں مل چکا ہے

اب اوّل تو دورانِ گفتگو میں کوئی شعر حسبِ موقع مُنہ سے نکلتا ہی نہیں اور اگر کوئی صاحب بہت ہی چلبلی طبیعت والے ہوئے اور اُنہوں نے اشعار کا انبار لگایا اور باتوں کا طومار باندھا تو سب بیموقع، اور بے محل جس نے محفل میں اور بھی بدمزگی پیدا کر دی، اور معاملہ برعکس ہو گیا۔

اس افسوسناک حالت کو دیکھتے ہوئے میرے بہت سے قابل احباب نے مجھے اصرار کرکے اس امر پر مجبور کیا کہ میں ضروری اور مزیدار عنوان قائم کرکے ان کے متعلق چیدہ چیدہ اور برجستہ مزیدار اشعار کا انتخاب کرکے ایک مجموعہ مرتب کردوں تاکہ لوگ اُس مجموعہ سے فائدہ اُٹھائیں اور اُن کی گفتگو، اُن کا طرزِ بیان اور اُن کی سادگیِ زبان حسبِ موقع دلکشی اور برمحل دلچسپی پیدا کرسکے ؎

دوستوں کے ہو گیا مجبور میں اصرار سے ۔۔۔ ہر طرح واجب بجا لانا ہوا ارشاد کا

اب وہ شوقین حضرات جو عموماً جلسوں میں، محفلوں میں، طرح طرح کی بزمِ لمیٹیوں اور سوسائیٹیوں میں اور خدا جانے کہاں کہاں جاکر لطفِ زندگی اُٹھاتے ہیں لیکن حقیقی لطفِ محفل نہیں حاصل کرسکتے، یا طوعاً و کرہاً خاموش بیٹھے رہتے ہیں یا بیموقع اور بے محل زبان کھولنے پر اُن کا مذاق اُڑایا جاتا ہے۔ آئیں اور اس مجموعہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ یہ اُن کے قفلِ دہن کی کلید ہے۔ نہ اب اُن کو کسی کی پھبتیوں کا نشانہ بننا پڑے گا نہ کسی سے خفت اور شرمندگی کے ساتھ سر جھکانا پڑے گا۔ بلبلِ ہزار داستان کی طرح چہکیں گے۔ اور ہر بزم میں گلِ گلستان کی طرح مہکیں گے نہ خجالت ہوگی اور نہ کسی ندامت کا مُنہ دیکھنا نصیب ہوگا۔ بڑی سی بڑی اور اعلیٰ سے اعلیٰ محفل میں اُن کی تشریف آوری کی گھڑیاں گنی جائیں گی اور جہاں جائینگے دور سے خوش آمدید اور مرحبا کی صدائیں آئیں گی، کسی کے مُنہ سے بیساختہ نکلیگا کہ ؎

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے ۔۔۔ کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

یاد رکھیئے کہ شعر ایسی چیز ہے کہ اگر کسی محفل میں برمحل پڑھا جائے تو بزرگ اور سن رسیدہ اصحاب کے کان بھی کھڑے ہو جاتے ہیں، اُن کے مردہ بدن میں ایک نئی روح آجاتی ہے، اُن کی خشک اور مُرجھائی ہوئی رگوں میں خون دوڑنے لگتا ہے۔ عالمِ شباب کی ولولہ خیزیاں، جوانی کی مردانہ اُمنگیں اور نوعمری کی پرلطف طراریاں اُنکی نگاہوں کے سامنے آجاتی ہیں۔ دل بھر آتا ہے۔ آنکھیں ڈبڈبا جاتی ہیں اور یہ پُر اثر شعر بالکل اُن پر صادق آتا ہے :ے

چوٹ سی دل پہ لگی آنکھوں میں آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے ہمیں کیا جانیئے کیا یاد آیا

اُن کے چہرہ سے حسرت برستی ہے، اُنکی آنکھوں سے مظلومیت ٹپکتی ہے۔ ہنسی بھی آتی ہے اور رونا بھی۔ گو بظاہر لاحول پڑھتے ہیں لیکن حقیقت نما آہِ سرد اسطرح اُن کے چوٹ کھائے ہوئے بیقرار دل کی ترجمانی کرتی ہے ے

ظاہر ہے بے بیاں کیئے رازِ نہانِ دل — نالہ زبانِ حال سے ہی ترجمانِ دل
پُر درد و پُر الم ہے بہت داستانِ دل — دل اپنا تھام لے جو سُنے کچھ بیانِ دل

سوزِ جگر ہے، دل میں قیامت کا درد ہے
آفت میں جانِ زار ہے اور رنگ زرد ہے

یاد آگیا ہے عہد جوانی کا رنگ ڈھنگ — وہ ولولہ وہ شوق وہ اطوار وہ اُمنگ
وہ عیش وہ نشاط وہ دلچسپیاں وہ رنگ — معشوق و بادہ ساغر و شیشہ رباب و چنگ

فصلِ بہار صحنِ چمن، شامِ ناز تھی
ہر ساعتِ شباب مسرت طراز تھی

لیکن ساتھ ہی یہ بھی ضروری امر ہے کہ شعر سادگی کا مجسمہ ہو اور صاف طور پر ہلکے ہلکے الفاظ اور پیارے پیارے رنگ اور پیاری زبان میں اُس کو نظم کیا گیا ہو، نہ یہ

معمولی سی بات کو بھاری بھاری الفاظ اور پیچیدہ ترکیبوں میں جکڑ کر ایسا دشوار کر دیا جائے کہ گھنٹوں غور و فکر کی بلا میں مبتلا ہو کر بھی سمجھ میں نہ آئے ایسے اشعار کو زبان پر لانا گویا خود محفل کو پراگندہ بنانا ہے۔

بعض اشعار تو بعض موقعوں پر وہ کام کر دکھاتے ہیں کہ بڑے بڑے سیٹھ ساہوکار سونے چاندی کا مینہہ برسانے والے حیرت سے مُنہ تکتے رہ جاتے ہیں۔ لیکن اس امر کو سمجھنا کہ جو شعر اس وقت ہم اپنی زبان سے ادا کرنا چاہتے ہیں برمحل ہو گا یا نہیں اور سُننے والے کے دل پر کس قسم کا اثر پیدا کرے گا سخت مشکل ہے۔

یہ سچ ہے کہ خدا نے بات میں بڑی تاثیر دی ہے۔ اگر بات برمحل اور حسبِ موقع ہو تو پتھر موم ہو جائیں، نہ سعی کی ضرورت۔ نہ سفارش اور محنت کی حاجت۔ ذرا زبان ہلائی اور دل کی تمنّا بر آئی۔

لبِ سوال ہلے کس بُتِ جہاں کے لیئے اثر نے دوڑ کے بوسے مری زبان کیلئے

لہٰذا بات میں بات پیدا کی جائے تو کوئی بات ہے، اگر آپ کی ہر بات دلکش اور دلفریب ہوئی تو زمانہ اور زمانہ والے سب آپ کی قدر کرینگے، آپ کی صحبت اُن کے لیئے نعمتِ غیر مترقبہ کی طرح غنیمت ہو گی اور آپ سے تھوڑی دیر کی ہمکلامی کا لطف مہینوں اور برسوں اُن کو یاد رہے گا۔ وہ ہمیشہ اسی تمنّا میں رہیں گے کہ :ــــ

جلوہ دکھلایا تھا، کچھ بات بھی تو کی ہوتی
حسرتِ دید بھی تھی، خواہشِ تقریر بھی تھی

شیریں کلامی اور برجستہ حاضر جوابی سے بڑے بڑے سنگدل اور تُنک مزاج رام ہو جاتے ہیں اور باتوں ہی باتوں میں بڑے بڑے کام نکل جاتے ہیں

لیکن قول کو فعل کی ترازو میں تولنا نہایت ضروری ہے۔ زبانی جمع خرچ سے ہر جگہ کام نہیں چلتا۔ اکثر بلند طبع حُسن کی دیویاں اور جمال کی پُتلیاں اپنے پیارے اور نازک لبوں سے شرم آلود انداز میں دبی زبان سے یہ شعر بھی پڑھ دیا کرتی ہیں کہ :ے

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

تو حضرات! ہمنے تو نیک و بد سب سمجھا دیا اب آگے آپکو اختیار ہے آپ خود جہاں دیدہ اور تجربہ کار ہیں۔ خود موقع محل دیکھکر۔ خدا کو ہمہ اور ہر جگہ حاضر ناظر جانکر جیسا مناسب سمجھیں ویسا کریں یا کسی مولوی صاحب سے اس قطعہ کو پیش کر کے فتوے لے لیں ے

چھائی ہوئی گھٹا ہو چھلکتے ہوں آبجو — تانیں لگا رہے ہوں کسی سمت خوش گلو
آتی ہو ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا بھینی بھینی بو — اور ہو شراب و خلوت و معشوق خوبرو
زاہد تجھے قسم ہے۔ جو تو ہو تو کیا کرے؟

پہلو میں ہو اگر کوئی محبوب دلنواز — الفت کا ہو چھڑا ہوا آپس میں سوز و ساز
آفت کی چھیڑ چھاڑ کرے گر وہ مستِ ناز — اُٹھ جائے غیریت کا جو خلوت میں امتیاز
سچ کہنا پھر بھی کیا یونہی یادِ خدا کرے؟

ٹھنڈی ہوا ہو۔ ابر ہو۔ کالی گھٹا بھی ہو — فصلِ بہار بھی ہو۔ چمن کی فضا بھی ہو
مے بھی ہو اور جام بھی ہو۔ دلربا بھی ہو — ہو چنگ بھی۔ رباب بھی۔ نغمہ سرا بھی ہو
ان نعمتوں کا شکر نہ کیا تو ادا کرے؟

ہاں ہم یہ ضرور کہیں گے کہ جن بھاگوان کو اپنی خوش قسمتی سے موقع محل کی چھیڑ چھاڑ۔ شستہ ہنسی مذاق۔ پاکیزہ حاضر جوابی اور لطیفہ گوئی

و بذلہ سنجی میں مشاقی نصیب ہے اُسکی تقدیر کی تو قسم کھانی چاہیئے۔ کیونکہ اُن کے واسطے تو راوی عیش ہی عیش لکھتے ہیں۔ اُس کو ہر وقت اور ہر بات میں نیا لطف اور نیا مزہ ملتا ہے۔ وہ ہر موقع ہر محل ہر وقت۔ ہر ساعت ہر لمحہ اور ہر دقیقہ پر برجستہ پُر لطف اور دلکش شعر سُنا کر بھری محفل کو مرغ بسمل کا پارٹ کرتے ہوئے دکھا دیتا ہے۔

تماشہ گاہِ عالم کے اسٹیج پر ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں ایکٹر آتے ہیں اور اپنے اپنے پارٹ میں جو اس تماشہ گاہ کے اعلےٰ سے اعلیٰ ڈائرکٹر۔ بلا شرکتِ غیرے مالک و مینیجر یعنی قدرت کی طرف سے اُن کو دیا گیا ہے ادا کرکے چلے جاتے ہیں۔ اِس تماشا گاہ کے پردوں کی خوشنمائی۔ سین سینیریوں کی دلکشی اور ہر تماشہ کے کسی خاص حصّہ کے بعد ڈراپ سین کی عبرت انگیزی یہ تمام باتیں ایسی ہیں جنکو لفظوں میں ادا کرنا میرے احاطۂ امکان سے باہر ہے، اور میری حدِّ تحریر و تقریر سے بلند و برتر۔

کیا کہوں میں کس غضب کی یہ تماشا گاہ ہے جسکا مالک خالقِ کُل یعنی خود اللہ ہے
ایکٹر جو ہے وہ دن کو مہر شب کو ماہ ہے اپنے فرضِ منصبی سے ہر طرح آگاہ ہے
لاکھ پردے اور ہر پردے میں یکتائی کا رنگ
سین جو ہے اُس میں ہے قدرت کی زیبائی کا رنگ
جو تماشہ ہے وہ اک مجموعۂ اسرار ہے جا بجا نیرنگیوں کی گرمیِ بازار ہے
ہیں مرقع حسن کے یا مطلعِ انوار ہے شور و شر کی جنگ ہے اور بحث نور و نار ہے
ساز جو ہے اس تماشا گاہ میں پُر سوز ہے
تان۔ پلٹا۔ تال۔ سُر جو کچھ ہے وہ دلدوز ہے

ہاں تماشے کے تماشائی جس طرح مختلف شکلیں، مختلف رنگ۔ مختلف وضع

اور مختلف قد و قامت رکھتے ہیں اسی طرح اُن کی طبیعتوں اور اُن کے جذبات میں بھی اختلاف کا ہونا ضروری ہے - اور یہی اور صرف یہی وجہ ہے کہ اگر ایک فقرہ - ایک مصرع یا ایک شعر سو آدمیوں کے سامنے منہ سے نکالا جائے تو ہر شخص اپنے مذاق کے اعتبار سے کچھ نیا ہی لطف اُس سے حاصل کرے گا، اور ایک دوسرے سے جدا ہی اُسکو معنی پہنانے کا حوصلہ کر سکے گا- اور ایسا نہ کیونکر ہو سہ

اثر اُس کی عنایت کا کہیں کچھ ہی کہیں کچھ ہے
مزہ اس ایک نعمت کا کہیں کچھ ہی کہیں کچھ ہے

میرے ایک دوست فرماتے ہیں کہ مجھے شعر و سخن کا شوق تو ہمیشہ سے ہی۔ مضامین کے بھی دل و دماغ میں انبار رہتے ہیں لیکن شعر کہنا تو کجا، شعر چرانے کی لیاقت بھی آجتک نہ پیدا ہوسکی، بہتیرا سر مارا، مگر فاعلُن فاعلاتُن ہی کے خاروں میں اُلجھکر رہ گیا، شعر کے شینؔ سے آگے بڑھا تو عینؔ کی دلدل سے چھٹکارا نہ مل سکا کیونکہ ع ہی وہ چشمہ ہے جو آگے چلکر کلیجہ شق کر دیتا ہے اور ایک ایسی شقؔ پیدا ہوتی ہے جو عین سے ملکر عشق کا خوفناک سمندر ترقی کے رستہ میں حائل کر دیتی ہے، سہ

پڑھے ہیں عشق کا دفتر الف-ب-ت نہ ہم سیکھے
نہ تختی ہاتھ میں پکڑی نہ ہم چھونا قلم سیکھے
فقط اس عشق کے دفتر میں ہم نامِ صنم سیکھے
سوائے عشق و الفت ہم نہ کچھ اپنی قسم سیکھے

ہمیشہ جان کھوتے ہیں، مگر کھونا نہیں آتا
قیامت ہے کہ روتے ہیں، مگر رونا نہیں آتا

اس وارفتگی کا عالم جب انکو خوش شعر گوئی پر قادر ہونے کا موقع نہ دے سکا تو دوسرے بڑے بڑے اُستادوں اور شوخ طبع زندہ دل شاعروں کو تڑپا دینے والے اشعار جمع کرکے اور کتاب دل پر لکھکر اپنے شوق کو پورا کیا۔

جو حوصلہ کیا۔ ارمانِ دل نکل ہی گیا
غرض کسی نہ کسی طرح کام چل ہی گیا

قیامت تو یہ ہے کہ دُنیا ایک ہے مگر دُنیا والوں کا مذاق ایک نہیں مزاج ایک نہیں، صورتیں ایک نہیں۔ رنگ ایک نہیں طبیعت ایک نہیں۔ عادت ایک نہیں، جذبات ایک نہیں، خیالات ایک نہیں، ایک خدا کی مخلوق اور ہزاروں۔ لاکھوں اختلافات کا مجموعہ۔

جسکو دیکھو وہ عجب رنگ کا متوالا ہی — گندمی کوئی۔ کوئی گورا کوئی کالا ہی
کوئی معشوق ہی۔ عاشق کوئی دل والا ہی — کوئی ادنےٰ ہے زمانہ میں کوئی اعلا ہی
کوئی اللہ کا بندہ ہے صنمخانے میں!
کوئی گلشن میں ہی شاداں کوئی ویرانے میں!

کوئی شوقین، فدا بادۂ انگور پہ ہے — کوئی قربان یہاں ساغرِ بلور پہ ہے
شیفتہ کوئی کسی عارضِ پُرنور پہ ہے — کوئی پریوں پہ تصدق کوئی حور پہ ہے
کوئی مصروف ہے دن رات سیہ کاری میں
کوئی مشغول ہے تدبیرِ ستمگاری میں

کوئی ہے علم پہ نازاں کوئی فن پر مغرور — کوئی اخلاق کا بندہ کوئی اخلاق سے دور
کوئی شوقینِ ادب لطفِ زباں سے مسرور — کوئی تاریخ کے اوراق پہ رکھتا ہی عبور
کوئی قربان دل و جاں سے فصاحت پہ ہی
بہ سر و چشم فدا کوئی بلاغت پہ ہی

ایک رکھتا ہی اگر دلمیں تمنائے وصال دوسرا جانتا ہی ہجر کو معراج کمال
الغرض اہلِ جہان کا نہیں اک رنگ پہ حال شاد شادی سے ہے کوئی تو کوئی غم سے نڈھال

کوئی واعظ۔ کوئی زاہد کوئی شیدائی ہے
ہے تماشا کوئی اور کوئی تماشائی ہے

ایسی حالت میں کسی کو نہ کسی کی پسند پر حرف رکھنے کا حق ہے نہ اعتراض کا مجاز۔ شعر و شاعری بھی اپنی اپنی پسند اور اپنے اپنے مذاق پر منحصر ہے کسی کو مضمون کی بندش میں شوکتِ الفاظ اور لطافتِ معنی کی تلاش ہے کسی کو زبان کی سادگی اور محاورات کی برجستگی کا خیال ہے۔ کوئی صنائع بدائع اور استعارات و تشبیہ کا دلدادہ ہے اور کوئی معاملہ بندی کی صفائی اور بیان کی دلکشی پر لوٹ جانے کے لیئے آمادہ ہے۔

اب رہے خود شاعر تو اُن کا بھی یہی حال ہے۔ مبالغہ میں واقعی کمال ہے کمر کی نزاکت دکھائیں گے تو معشوق کی کمر کو ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے خود ہی غائب ہو جائیں گے۔ دہن کی تشریح میں قافیہ تنگ ہو جانا تو ایک معمولی بات ہے۔ لعاب دہن کا خیال ریشہ خطمی بنا دینے کے لیئے موجود۔ رخسارِ یار کی تجلّی کے سامنے خورشید و قمر کی روشنی تک مفقود۔ لب لعلین کے رنگ سے لعل و یاقوت کو شرم آئے۔ ہونٹوں کی جنبش اور جنبش کے اعجاز کو دیکھکر مسیحا بھی شرمائے۔ زلفوں کی تعریف میں رسّی کو سانپ بنا دینا۔ ناک کی تعریف میں پل کے پل باندھکر دکھا دینا کبھی سراپا کا بیان۔ کبھی شوخی اور شرارت کی داستان۔ کبھی رفتار کی تعریف کبھی گفتار کی توصیف۔ کبھی ہجر کی شکایت۔ کبھی وصل کی حکایت۔ کبھی کرم کا شکر عنایت کا صلہ۔ کبھی ستم کا شکوہ تغافل کا گلہ۔ کبھی

معشوق سراپا محبّت، کبھی دشمن بے مروّت۔ کبھی خلیق و رحمدل۔ کبھی نرالا خونی۔ جلاد۔ بیوفا۔ قاتل۔ کبھی وفاداری میں لاجواب۔ کبھی بیوفائی میں انتخاب۔ غرض جو بات ہے انوکھی اور نرالی۔ دن کو رات اور رات کو دن بنانے والی۔

پہلے زمانہ کے معشوق جب اپنی تعریف و توصیف کا یہ رنگ پاتے تھے تو بیچارے شرم کے مارے محبّت کو تسلیم کرتے ہوئے خود بھی پھسل جاتے تھے۔ لیکن زمانہ کے انقلاب کے ساتھ ہی اُن کی بھی طبیعتیں بدل گئیں۔ نئی روشنی کے معشوق بھی روشنضمیر ہو گئے ہیں۔ دل کی بات سمجھ لینا اُن کی ادنےٰ سی کرامات اور ایک معمولی سی بات ہے۔ اُنھوں نے بھی اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ یہ ساری تعریفیں صرف ہمکو بنانے اور اپنا کام چلانے کے لیئے گھڑی گئی ہیں، نہ ان کی کچھ اصلیت ہے نہ حقیقت چنانچہ جب عشاق ان کو اپنی رام کہانی سُناتے ہیں تو یہ بھی اُسکو الف لیلہ کی داستان سمجھکر وقت گزاری کا ذریعہ ٹھہراتے ہیں۔ معشوقوں کے انھی خیالات کو ریاست رام پور کے حکمران نواب یوسف علیخاں صاحب ناظم مرحوم نے نظم کا لباس پہنایا اور جناب داغ نے اُس کو تضمین فرماکر اور بھی چمکایا ہے جسکے کچھ بند دلچسپی کے خیال سے درج ذیل ہیں :۔

یالب پہ کوئی قطرۂ مے جم کے رہ گیا ۔۔۔ یا کچھ عیاں ہوا اثرِ گرمیِ غذا
یا جھوٹ بولنے کی خدا نے یہ دی سزا ۔۔۔ سوزِ جگر سے ہونٹ پہ تبخالہ افترا

شورِ فغاں سے جنبشِ دیوار و در غلط

یہ کذب یہ دروغ یہ بہتان الاماں ۔۔۔ کیا جھوٹ بولنے کو ملی ہے انہیں زباں
شاعر ملا رہے ہیں زمین اور آسماں ۔۔۔ لو صاحب آفتاب کہاں اور ہم کہاں

احمق بنیں نہ سمجھیں ہم اس کو اگر غلط

اک آہِ سرد بھر کے کیا طورِ بیخودی — اُسکو یہ دم دیا ہے کہ جاں تجکو نذر کی

لو دینے والے ہوتے ہیں ایسے ہی توسخی — مٹھی میں کیا دھری تھی کہ چپکے سے سونپ دی

جانِ عزیز پیشکشِ نامہ بر غلط

اُجرت پہ رونیوالے مقرر ہیں جابجا — میت کو ڈھونڈھیئے تو عدم تک نہیں پتا

یاں اس خیال ہی سے کہیں ٹھہرینگے بیوفا — ہم پوچھتے پھریں کہ جنازہ کدہر گیا

مرنے کی اپنے روز اُڑائی خبر غلط

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود بھی شعر ایسی چیز ضرور ہے کہ اپنا اثر کیئے بغیر نہیں رہتا۔ سخت سے سخت دل پر بھی شعر اپنا وہ نقش جماتا ہے کہ مدتوں تک اُس کے مٹے مٹے سے نشانات قائم رہتے ہیں البتہ شرط یہ ہے کہ ایسے موقع ایسے محل اور ایسے وقت پر ادا کیا جائے جو اُس کے لیئے مخصوص ہو اور شعر کی برجستگی قائم رہے۔ ورنہ بے وقت کی راگنی تو بُری ہی معلوم ہوگی اور بجائے رغبت کے سُننے والے نفرت ہی ظاہر کرینگے۔

آپ ہی فرمایئے کہ موسیقی کس قدر پُر تاثیر فن ہے لیکن اگر کوئی شخص صبح کے بجائے دوپہر کے ٹھیک ۱۲ بجے بھیرویں کے سُر الاپے تو کون سے کان ہیں جو اُن سُروں سے لطف اندوز ہوسکیں گے اور کونسی طبیعتیں ہیں جو اُن سُروں پر لوٹ پوٹ ہو جائیں گی۔؟ بالکل یہی حال شعروں کا ہے کہ اگر مناسب موقع اور مناسب وقت استعمال ہونگے تو تمام بزم کو تڑپا دینے اور مسحور و مبہوت بنا دینے کی طاقت اُن میں موجود ہے۔ ورنہ کچھ بھی نہیں۔

یہاں یہ اظہار بھی غالباً بجا اور نامناسب نہ ہوگا کہ اس کتاب میں مشہور شاعروں اور اُستادوں کے جو اشعار میں نے انتخاب کر کے درج کیئے ہیں وہ صرف وہ ہیں جو ایک معمولی سے معمولی لیاقت اور عقل والا بھی سمجھکر لطف حاصل کر سکے لہٰذا بہت بڑی غلطی ہو گی اگر ان اشعار کو اُن باکمال شاعروں کا معیار لیاقت یا نمونہ قابلیت تصوّر کر لیا جائے کیونکہ اُن کا درجہ ان اشعار کے مرتبۂ نظم سے کہیں زیادہ بلند و برتر ہے - یہ اشعار اُس درجہ کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے +

خیر - یہ تمام باتیں تو ایک جملۂ معترضہ تھیں، میرا مقصد یہ ہے کہ شعر گوئی - حاضر جوابی اور بذلہ سنجی وغیرہ ایسی خوبیاں ہیں جو ایک انسان میں ضرور ہونی چاہئیں اور خصوصاً اُس انسان میں جو اپنی چند روزہ زندگی کو آرام - آسائش اور زندہ دلی کے ساتھ بسر کرنا چاہتا ہو - ان خوبیوں کی بدولت اور ان باتوں کے صدقے میں وہ وہ کام نکلتے ہیں کہ بڑے بڑے سیٹھ - ساہوکار اور لکھپتی حیران ہوکر منہ تکتے رہ جاتے ہیں، جو کام اُن کے ہزاروں اور لاکھوں روپے کے صرف کرنے پر بھی نہیں نکل سکتا وہ یہاں محض چند باتوں میں ہو جاتا ہے - جو لوگ علم مجلسی سے بے بہرہ ہوتے ہیں کیسے ہی مالدار اور روپئے پیسے والے ہوں بالاخانوں پر جاکر وہ مُنہ کی کھاتے ہیں یا کہ تو بہ ہی بھلی - بات بات میں اُن کی ہنسی اُڑائی جاتی ہے - لمحہ لمحہ پر اُن کو اُلو بنایا جاتا ہے - آوازوں پر آوازے کسے جاتے ہیں، اور پھبتیوں پر پھبتیاں کہی جاتی ہیں اور حضرت ہیں کہ "ٹکر ٹکر دیدم ودم نہ کشیدم" کا مصداق بنے بیٹھے ہیں، ہزاروں بے نقط سُنتے

ہیں مگر زبان نہیں ہلا سکتے۔

حسرت پہ اُس غریب کی کیونکر نہ رویئے شرمندہ ہو رہا ہو، جو محفل کے سامنے

جو لوگ ہوشیار اور دوراندیش ہوتے ہیں اوّل تو وہ بات ہی گول مول کرتے ہیں، کہنے کو سب کچھ کہہ جاتے ہیں، لیکن پھر کچھ نہیں، چنانچہ جناب بیخود اسی طرزِ عمل کی طرف توجہ دلاتے ہوئے نصیحت فرماتے ہیں کہ:؎

بات وہ کہیئے کہ جس بات کے سو پہلو ہوں
کوئی پہلو تو رہے بات بدلنے کے لیئے

اگر نتیجہ حسبِ منشاء نکلا تو کیا کہنا نورٌ علیٰ نور، ورنہ جناب بیخود کا دوسرا شعر پڑھکر بات کو ہنسی میں ڈال دینا کیا مشکل ہے:؎

کافر ہو اگر وصل کا ارمان ہو دلمیں
مجکو تو فقط دیکھنی تھی بات کسی کی

لیکن زیادہ خلاملا کا نتیجہ بھی بہتر نہیں اور تکلیف و تکلّف کا باعث۔ لہٰذا اس قسم کے طرزِ عمل سے ہمیشہ اجتناب ضروری ہے ورنہ ؎

دیدِ گل کے بچھے پڑ جائینگے لالے بلبل پڑ گئی گر کسی صیّاد کے پالے بلبل
پھر وہی کنج قفس پھر وہی صیاد کا گھر چار دن اور ہوا باغ کی کھالے بلبل

اس درجہ کو پہنچنے کے بعد زندگی موت سے بد تر ہو جاتی ہے اور خرمنِ حیات میں ایسا گھُن لگ جاتا ہے کہ وہ تمام خرمن کو نیست و نابود کر کے چھوڑتا ہے چنانچہ ایسے لوگوں کو اکثر ہمنے یہ درد انگیز شعر پڑھتے سُنا ہے۔

تری فرقت میں ای جاناں نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں
عجب احوال ہے اپنا نہ مرتے ہیں نہ جیتے ہیں

بہرحال میں اپنے نقطۂ نظر اور مرکز مقصد سے بہت دور نکل گیا۔ میرا منشاء یہ ہے کہ اشعار جو کچھ بھی دورانِ گفتگو میں زبان سے نکالے جاتے ہیں اگر وہ برجستہ۔ مناسب وقت اور دلکش ہوں تو بالکل غیر ممکن ہے کہ سُننے والوں کے دل اُن سے ایک خاص اثر قبول نہ کریں اور وہ بے تاثیر رہ جائیں۔

ہاں، شعر سُننے والے مختلف المذاق ضرور ہوتے ہیں اور اسلیئے اُن اشعار کا اثر مختلف طبیعتیں مختلف صورت میں قبول کرنے پر مجبور ہیں کسی طبیعت پر اُس اثر کا رنگ گہرا پڑتا ہے۔ کسی پر درمیانی حالت میں اور کسی پر بہت ہلکا۔ لیکن پڑتا ضرور ہے۔ اور ہر طبیعت اپنے رنگ اور اپنے مذاق کے اعتبار سے اُن کا لطف اُٹھاتی ہے۔

اگر آپ برجستہ اشعار وقتاً فوقتاً اپنی زبان سے ادا کرنے کے عادی ہوجائیں اور ہر موقع ہر محل اور ہر معاملے پر آپ کے زبان و دہن سے بیساختگی کے ساتھ اشعار نکلنے لگیں تو آپ کی گفتگو کو تمام حاضرین مزے لیکر سُنیں گے اور اُن کی خواہش ہوگی کہ آپ جب تک اُس جلسہ میں تشریف رکھیں کچھ نہ کچھ ارشاد فرماتے رہیں۔ اور زبان بند نہ کریں، کیونکہ ادھر آپ خاموش ہوئے اور اُدھر تمام محفل کا رنگ پھیکا ہو کر رہ گیا۔ لوگوں کی نگاہیں آپ کو تلاش کرنے لگیں اور اُن کے کان آپکی باتوں کے لطف کیلیئے بیتاب ہوگئے۔ گویا اُن کے دل اس شعر کو پڑھنے لگے۔

یارب وہ بلبلِ چمنستاں کہاں گیا؟
ہر نغمہ جس کا حُسنِ تمنّائے گوش تھا

لیکن جہاں یہ تمام باتیں ہیں وہاں غالباً مجھے یہ عرض کر دینا بھی ضرور چاہیئے کہ اشعار جو اپنے موقع اور محل پر ادا کیئے جائیں وہ کسی طرح بھی تہذیب۔ شائستگی۔ اخلاق اور آداب محفل کے خلاف نہوں حیاسوز اشعار، ہزلیات اور فحش الفاظ۔ مذموم خیالات اور بیہودہ جذبات نہ محفل کے رنگ کو پُر لطف بنا سکتے ہیں اور نہ اپنے ہی دل کو خوش کر سکتے ہیں۔ ادھر اس قسم کی اشعار زبان سے نکلتے ہیں اور اُدھر بزم کا رنگ بگڑ جاتا ہے۔ حاضرین بزم مُنہ سے نہ کہیں تو نہ کہیں مگر ماتھے پر نفرت کی جُھرّیاں اُن کے دِلی افسوس اور تنفر کی ترجمانی ضرور کر دیتی ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ خود ایسے اشعار کے پڑھنے والے کا ضمیر بھی اُس کو لعنت ملامت کرنے لگتا ہے اور لوگوں کو اُسکی موجودگی سوہانِ روح ہو جاتی ہے اور وہ اس شعر کو پڑھنے پر نہیں تو سمجھنے پر تو ضرور مجبور ہو جاتا ہے :۔

الٰہی کیوں کُھلی تھی بزم جاناں میں زباں میری
میں کہکر حال دل رُسوا ہوا اسکی نگاہوں میں

قطع نظر اس کے اخلاقی زندگی پر جو اسکا ناگوار اثر پڑتا ہے وہ کیا کم مضرت رساں اور تکلیف دہ ہے، پس جب آسانی کے ساتھ ایسی باتوں سے پرہیز کرنا ممکن ہو تو کیوں نہ اس سے پرہیز کر کے اپنے اخلاق اپنے ادب اپنی معاشرت اپنے تمدن۔ اپنی ذات اور اپنے ضمیر کو اس گندے، زہریلے اور تباہ کن اثر سے محفوظ رکھا جائے اور کیوں اپنی بزم کو مہذب، شائستہ، مناسب، اور دلچسپ خیالات۔ پاک و پاکیزہ اور متانت آمیز جذبات والے فی البدیہہ اشعار سے پر لطف نہ بنایا جائے، جنکو منہ سے نکلتے ہی حاضرین محفل کو لوٹ پوٹ کر دینے والے الفاظ میں نظم کا لباس پہنایا اور تہذیب و شائستگی کے سانچہ میں ڈھالا گیا ہو۔

جو لوگ ان باتوں کا خیال رکھتے ہیں، وہ محفل بھر کو تسخیر کر لیتے ہیں۔ جبتک وہ صاحب تشریف نہیں لاتے محفل اور حاضرین محفل کا یہ حال ہوتا ہے کہ :۔

دل میں ہے اُنکی یاد، نگاہوں میں اُنکی شکل — آنکھیں ہیں مدّتوں سی سوئے در لگی ہوئی

ادھر اُنہوں نے دروازہ میں قدم رکھا اور سب خوشی سے اُچھل پڑے، آئیے آئیے۔ تشریف لائیے کے نعروں سے تمام مکان گونج اُٹھا۔ آپ آکر بیٹھے تو کس طرح ؟ کسی پر مہذب الفاظ میں آوازہ کستے ہوئے، کسی بیچارے پر بہایت متانت کے ساتھ پھبتی اُڑاتے ہوئے۔ کسی شامت کے مارے کو بہایت ادب کے ساتھ بناتے ہوئے۔ غرض لوگوں کو قہقہوں کے مرض میں اچھی طرح مبتلا کر دیا۔ ہنساتے ہنساتے پیٹوں میں بل ڈالدیے، بزم کا رنگ ہی بدل دیا۔ بیشک اگر وہ یہ دعویٰ کریں تو بالکل درست اور بجا ہے کہ :؎

میں اگر دون کی لیتا ہوں بجا لیتا ہوں
باتوں باتوں میں فرشتوں کو لگا لیتا ہوں
بڑھکے ہر جادو سے جادو مری تقریر میں ہے — لفظ جو میرا ہے ڈوبا ہوا تاثیر میں ہے
میری خواہش دل ہر طفل و جوان پیر میں ہے — یاد ہر دم مری بزم بت بے پیر میں ہے
میں حسینوں کو محبت میں پھنسا لیتا ہوں

پھر کمال کی تو یہ بات ہے کہ اس قسم کے لوگ جس جلسہ میں جاتے ہیں اُسی رنگ کے بنجاتے ہیں، مولویوں میں جائیں تو اچھے خاصے مجتہد العصر نظر آئیں عابدوں میں عابد اور زاہدوں میں زاہد کہلائیں، اور اگر چلتے پھرتے گھومتے گھامتے کسی میکدہ میں پہنچ جائیں تو رندوں کے قبلہ گاہ بنجائیں، بڈھوں میں بڈھے جوانوں میں جوان، لڑکوں میں لڑکے۔ بقول جناب داغ مرحوم :؎

وہی انسان پورا ہے اُسیکے ہم تو قائل ہیں — بھلوں میں جو بھلا ٹھہرے بُروں میں جو بُرا ٹھہرے

میں نے اس کتاب کی ترتیب میں اگرچہ عام مذاق۔ عام خیالات اور عام جذبات کا زیادہ خیال رکھا ہے اور ہر محل اور ہر موقع کے لیئے شعروں کا انتخاب کرتے وقت بہت زیادہ عام رنگ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنا فرض پورا کرنے کی کوشش کی ہے لیکن تمام کتاب میں جس قدر اشعار درج کیئے ہیں اُن میں کوئی بھی شاید ایسا نہ نکل سکیگا جو دائرۂ تہذیب سے باہر یا حُسنِ تخیئل کا دلفریب اثر نہ رکھتا ہو۔ اس لیئے میرا خیال ہے کہ یہ کتاب مہذب پبلک میں ضرور مقبول ہوگی، اور اس کے قدردان سچے دل سے اس کی قدر فرمائیں گے اور آئندہ کے لیئے میرا حوصلہ بڑھائیں گے۔ تاکہ اس سے زیادہ بہتر اور قیمتی جواہرات پیش کرسکوں۔

کچھ نہیں اس کے سوا اس دل کا میری مدعا آپ کی چشم کرم اور مہربانی چاہیئے

اگر ایسا ہوا (اور یقیناً ہوگا) تو دوسرا اڈیشن قیمتی اضافہ اور قابل دید دلفریب و دلکش انداز و خوشنمائی کو لیے ہوئے شائع ہوگا ؛

میں نے اس کتاب کو اُس حالت میں جبکہ نہ لیاقت تھی، نہ فرصت کیوں مرتب کیا ؟ محض احباب کے اصرار، یارانِ طریقت کے ارشاد اور دوستوں کے حکم کے سبب سے مجبور ہو کر۔ کیونکہ : ؎

جب کیا اصرار اُسنے جب ہوا کچھ مجکو حکم

ہر طرح واجب بجالانا ہوا ارشاد کا

میں اوّل اوّل تو اشعار کے جواہرات اور نظم کے موتیوں کو سلسلہ وار پرو کر لڑیاں تیار کر لینا بہت معمولی بات اور لڑکوں کا کھیل سمجھا تھا۔ لیکن جب انتخاب کرنے کے لیئے بیٹھا تو ذہن کو تارے نظر آنے لگے اور حقیقت معلوم ہوگئی،

بہت سے اشعار ایسے بھی منتخب ہوئے جن کے عنوان قائم کرنے میں مجھے باوجود زبردست کوشش کے بھی کامیاب نہ ہوسکا۔ اور بالآخر جہاں جگہ پائی اُن کو لکھ مارا۔

مجھے اعتراف ہے کہ اپنی عدم قابلیت کی بدولت میں نے اس کتاب میں بہت کچھ غلطیاں کی ہونگی، اور اس میدانِ ناہموار میں جا بجا ٹھوکریں کھائی ہوں گی تاہم میں ناظرین کتاب کے لطف و کرم کے بھروسے پر مطمئن ہوں کہ وہ اُن فروگزاشتوں پر چین بجبیں نہ ہونگے اور اُن کے مقابلہ میں میری اُس محنت کا زیادہ خیال فرمائینگے جو کتاب کے محاسن میں صرف ہوئی ہے اور معائب سے قطع نظر فرما کر شکر گزار بنائیں گے۔

میرے خیال اور میرے نقطۂ نظر سے شاعری کا مقصد صرف یہ ہے کہ اپنے خیالات اور دلی جذبات کو نظم کی موزوں صورت میں ادا کیا جائے اور اس خوبی کے ساتھ ادا کیا جائے کہ سامع بے اختیار اُس سے اثر لے سکے یہی نہیں بلکہ اثر لینے پر مجبور ہو جائے۔

بعض شعراء اپنے اشعار میں مطالب کو بعید پیچیدہ صورت میں نظم فرماتے ہیں، استعارات، شوکت الفاظ اور صنائع بدائع میں اپنا کمال دکھاتے ہیں، تشبیہات عجیبہ اور مناسبات غریبہ کے جواہرات جڑ کر مرصع بناتے ہیں، بیشک یہ کمال ہے اور اُن کی عالمانہ معلومات اور شاعرانہ قابلیت پر دال ہے، لیکن اُن اشعار کو یا تو وہ خود پڑھکر خود ہی لطف اُٹھاتے اور مزہ لیتے ہیں یا صرف وہ لوگ جو ویسی ہی بلکہ اُن سے زیادہ علم و لیاقت رکھنے والے ہیں اُن کی دماغ سوزی، اور جگر کاوی کی داد دیتے ہیں۔ عام اشخاص جن بیچاروں کی قابلیت معمولی

علمیت محدود، اور فہم و استعداد کم اور کمتر ہے نہ اُن اشعار کو سمجھ سکتے ہیں نہ اُن سے کوئی لطف اُٹھا سکتے ہیں اور نہ اُن بلند و برتر خیالات کی داد دے سکتے ہیں، وہ تو یہ کہتے ہیں کہ :-

ٹیڑھے بانکوں کو پسند آتی ہیں ٹیڑھی باتیں
ہمتو سیدھے ہیں مزاج اپنا ہے سیدھا سادہا

بہرحال میں نے تو جہاں تک میرے امکان میں تھا کتاب کو عام طور پر دلچسپ اور دلفریب بنانے کی کوشش کرلی، اب دعا ہے کہ خدا میری کوشش کو کامیاب بنائے، اور اس کتاب کے ناظرین اس علمی تحفہ اور دلفریب ہدیہ کو قبول فرماکر میری محنت کو ٹھکانے لگائیں۔

تکلیف اگر نہو، تو ذرا دیکھ لیجیئے !!
لائے ہیں نذر دینے کو اُمید وار دل !!! (قوی)

"ہم خرما و ہم ثواب"

میں نے آئندہ ایڈیشن کو اس سے زیادہ دلچسپ بنانے کے لیئے یہ تہیہ کرلیا ہے کہ جو صاحب اِس قسم کے صرف ننو شعر لکھکر میرے پاس بھیجینگے جو پُر اثر ہوں، صاف ہوں۔ مزیدار ہوں۔ چٹکیلے ہوں۔ بامحاورہ ہوں اور موقع محل پر تڑپا دینے والے ہوں، فحشیات سے مبرا ہوں۔ ہزلیات سے دور ہوں۔ صاف اور خوشخط ہوں اور مصنف کے نام کے ساتھ ہوں اُن کی خدمت میں ایک ایک جلد اس کتاب کی بلاقیمت پیش کرونگا۔

اچھا میں تضیع اوقات کی معافی چاہکر چند الفاظ اورادا کرتے ہوئے رخصت ہوتا ہوں

آئے کبھی جو یاد تو دہلی میں ڈہونڈنا   اپنا پتہ ہم آپکو بتلائے جاتے ہیں

آخری الفاظ

چونکہ یہ کتاب بشمار ذرائع سے تالیف کی گئی ہے، آراستہ کرنا میرا کام ضرور تھا لیکن جواہراتِ آرائش و زیوراتِ زیبائش جن سے اس کتاب میں دلکشی اور جہاں فریبی پیدا ہوگئی ہے میری مِلک نہیں وہ دوسرے باکمال اور فیاض طبع شعرائے شیریں مقال و نازک خیال کا گراں بہا عطیّہ ہے جنکا فرداً فرداً شکریہ ادا کرنا میرے لیئے ناممکنات سے ہوگا، اس لیئے میں اُن تمام شعرائے ذیوقار، ایڈیٹران رسائل و اخبار مصنفین و مُولفین ذوالاقتدار اور احباب خجستہ شعار کا شکریہ مجموعی طور پر ادا کرتا ہوں جنکا اس کتاب - اس کتاب کی ترتیب و تدوین اور اس کتاب کی اشاعت سے ذرا سا بھی تعلق ہے، خدا کرے وہ اسکو قبول فرما کر آئندہ بھی امداد فرما کر مزید شکر گزاری کا موقع دیں - والسّلام

ناچیز عزیز (مؤلف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد باری تعالیٰ عز اسمہ

لکھ قلم پہلے حمدِ ربِّ ودود — کہ ہر اک جا پہ ہے وہی موجود (جناب شوق مرحوم لکھنوی)

ہمسر اُس کا نہیں ندیم نہیں — سب ہیں حادث کوئی قدیم نہیں (")

ذاتِ معبود جاودانی ہے — باقی جو کچھ بھی ہے وہ فانی ہے (")

تو ہے خیال سے بلند، تیرا خیال ہو تو کیا — تیری صفت میں عقل کو لافِ کمال ہو تو کیا (ملک الکلام نوح ناروی)

تیرا حریمِ ناز جب اونچا ہو لامکاں سے بھی — لاکھ بلند و تیز رو مرغِ خیال ہو تو کیا (")

قبضہ ہو دلوں پر کیا اور اس سے سوا تیرا — اک بندۂ نافرماں، ہے حمد سرا تیرا (مولانا حالی مرحوم پانی پتی)

کال ہو جو ازل سے، وہ ہے کمال تیرا — باقی ہے جو ابد تک، وہ ہے جلال تیرا (")

ہوا حمد خدا میں، دل جو مصروفِ رقم میرا — الف الحمد کا سا، بن گیا، گویا قلم میرا (خاقانی ہند ذوق دہلوی)

الٰہی حمد سے بڑھ جائے، یہ حسنِ رقم میرا — بنا دے مہرِ عالمتاب نقطہ کو، قلم میرا (مولینا بیخود دہلوی)

عدوئے سامری فن دیکھے۔ اعجازِ رقم میرا — عصائے موسوی ہو، حمدِ خالق میں قلم میرا (فصیح الملک داغ دہلوی)

مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کی رقم کا — حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا (میر درد دہلوی)

مقدور کس کو حمدِ خدائے جلیل کا — اس جا پہ بے زباں ہو دہن قال و قیل کا (بہادر شاہ ظفر آخر بادشاہ دہلی)

اے جل شانہ وہ غفور رحیم ہے — ہم سب ہیں دردمند وہ کامل حکیم ہے (مرزا اوج مغفور لکھنوی)

رحمٰن و مستعان و رؤف العلیم ہے — اُس کے سوا بھلا کوئی ایسا کریم ہے (")

منہ اپنا کہاں، اُس کے ہو وصفوں کے بیاں کا — بندہ کی زباں ایک۔ وہ خالق دو جہاں کا (میر درد دہلوی)

ترے منہ میں باقی ہو جب تک زباں — کر اے دل تو تحمیدِ خلاقِ جاں! (نامعلوم)

کون کر سکتا ہے، اُس خلاقِ اکبر کی ثنا — نارسا ہے شان میں جس کی پیمبر کی ثنا (یقین علیہ الرحمہ)

تقریر کرے وصف جو خلاقِ جہاں کا — مقدور کہاں نطق کو۔ کیا منہ ہو زباں کا (کنور)

میر سوز
جُز شکر، قلم، صفحہ یہ خلاقِ جہاں کا
چاہے جو کرے وصف تو مُنہ کیا ہے زباں کا

میرزا سودا
مقدور نہیں اُس کی تجلّی کے بیاں کا
جوں شمع سراپا ہو اگر حرف زباں کا

سراج
ای سراج اپنی خودی کو بیخودی میں محو کر
شغل جاری رکھ ہمیشہ تو ہو الرّحمٰن کا

مرزا دبیر
ہر چند کہ تو خلق کی نظروں سے نہاں ہے
پر نور کا جلوہ تیرے ہر شے سے عیاں ہے

مولانا شوق عماد پوری
جلوہ کہاں نہیں ہے اے خوش جمال تیرا
لیکن جو دیکھنے دے رعب جلال تیرا

"
کہتے ہیں جسکو جنّت مشہور ہے جو دوزخ
وہ ہے جمال تیرا، یہ ہے جلال تیرا

"
معراج بندگی ہے عجز و نیاز میرا
ہے شانِ کبریائی عجز و غرور تیرا

اکبر میرٹھی
طرح اندازِ بِنِ کون و مکاں تو ہی تو تھا
خوش نوائے حرف سازِ کُن فکاں تو ہی تو تھا

حبیب الٰہی قربی مارہروی
تیرا ثانی نہیں، نظیر نہیں
کوئی قادر نہیں، قدیر نہیں

خالقِ عالم تری کیا بات ہے
تو جہاں کا قاضی الحاجات ہے

مناجات بدرگہہ قاضی الحاجات

آغا حشر
چھپا لے دامنِ رحمت میں ان گناہوں کو
الٰہی! تجھ کو غفور الرحیم کہتے ہیں
کہیں کہیں نہ عدو دیکھکر ذلیل ہمیں
یہ اُس کے بندہ ہیں جسکو کریم کہتے ہیں

نامعلوم
درِ اغیار پر جھکنے نہ دے سر اپنے شیدا کا
نہیں دشوار کچھ تجھ کو روا کرنا تمنّا کا

اکبر الہ آبادی
ہجومِ غم سے ان روزوں ہے دل زیر و زبر اپنا
بحقِ احمدِ مرسل الٰہی فضل کر اپنا

ذاکر دہلوی (سراج الشعرا)
ختم جن لوگوں پہ ہے تیرے نبیؐ کی الفت
حشر میرا بھی ہو یارب اُنہی حضرات کیساتھ

نامعلوم
زباں پہ وردِ زباں تیرا نام ہو جائے
ترے غلاموں میں میرا بھی نام ہو جائے

عاصی ہوں میں، تو ہے تری رحمت بھی بیحساب
انساں بنا کے اب مری مٹّی نہ کر خراب

دُنیا و دیں کے کاموں میں ہو جاوں کامیاب
یارب دُعا یہ میری تو کر جلد مستجاب
اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ارشاد ہے ترا

نعتِ رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم

جلوہ نہیں ہے نظم میں حسنِ قبول کا — دیواں میں شعر گر نہیں نعتِ رسول کا
مطلوب ہے زمان و مکان و جہان سے — محبوب ہے خدا کا۔ خلق کا۔ عقول کا

خدائے سخن میر تقی میر دہلوی

محمد ہے نبی۔ ممدوحِ ذاتِ کبریائی کا — کرے بندہ گر اُس کی مدح دعویٰ ہے خدائی کا
گروہِ انبیا میں وہی حق کا برگزیدہ ہے — سوا اُس کے لقب کس کو ملا ہے مصطفائی کا

جناب منشی جرأت اکبرآبادی

اُسکی اُمت میں ہوں میں میرے رہیں کیوں کام بند — واسطے جس شہ کے غالب گنبدِ بے در کھلا

حضرت غالب

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو — یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں
جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا جو نکتہ وروں سے حل نہ ہوا — وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

مولانا ظفر علی خاں ایڈیٹر زمیندار

جہاں میں بنکے احمد رونقِ عرشِ عظیم آیا — دکھانے والا بندوں کو صراط المستقیم آیا
زمانہ میں ہوا ہے غلغلہ سرور کی آمد کا — رسولِ ہاشمی، محبوبِ خلاقِ کریم آیا

جناب ملک الکلام مولانا قوی امروہی

تمہیں سردارِ عالم یا محمد مصطفےٰ ٹھہرے — قسیمِ حوضِ کوثر شافعِ روزِ جزا ٹھہرے
رسولِ ہاشمی نبیوں میں ختم الانبیا ٹھہرے — حسینوں میں ہوئے ایسے کہ محبوبِ خدا ٹھہرے

حضرت امیر مینائی لکھنوی مرحوم

کرتے ہیں اپنے قُم پر کیا ناز ابنِ مریم — حضرت کے خادموں نے مُردے جلا دیے ہیں
عاشقِ ذاتِ محمد ہوں ازل کے دن سے — میرا محبوب ہے محبوب خدایا تیرا

آسیر لکھنوی

پیدا تمہاری ذات سے سارا زمانہ ہے — مقصود تم ہو، خلقتِ آدم بہانہ ہے

مد

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا — مُرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا — وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا۔ ضعیفوں کا ماویٰ — یتیموں کا والی۔ غریبوں کا مولیٰ

مولانا خواجہ الطاف حسین حالی پانی پتی

حسینِ خوش ادا بھی۔ مہ جبینِ خوش لقا بھی ہو — اب اس سے بڑھ کے کیا رتبہ کہ محبوبِ خدا بھی ہو

مفتون دہلوی

دونوں جہاں میں بوئے محمد ہے عطر بیز — کونین میں ہے رنگ فقط ایک پھول کا

داغ دہلوی

ذوق دہلوی

گیا جب زمیں سے سوئے فلک تو وہ نور اُسکا جھلک جھلک
تھا نشاط بخش یہاں تلک، گیا جام عرش چھلک چھلک
لگے کہنے صلِّ علیٰ ملک، ہوا شہرہ اُن کا فلک فلک
بلغ العلیٰ بکمالہٖ، کشف الدجےٰ بجمالہٖ

وہ صلوٰۃ بھیج احد صمد! جو ہو بعید نہو جسکی حد
بحضور سید مستند، جو نبی ازل سے ہیں تا ابد
کریں لاکھ اہلِ حسد حسد، ہوا شہرہ اُن کا بلد بلد
بلغ العلیٰ بکمالہٖ کشف الدجیٰ بجمالہٖ حسنت جمیع خصالہٖ صلوا علیہ وآلہٖ

اُمید و تمنای شفاعت

منشی ... لکھنوی | خبر لینا بروزِ حشر ختم المرسلیں میری | شفاعت کرنا پیشِ حق شفیع المذنبیں میری

اکبر میرٹھی | غم ہے کیا جب دستگیر و حامی و شافع ہے تو | مجھ سے عاجز مجھ سے بیکس۔ مجھ سے عصیاں کار کا

،، | شافعِ محشر، نہیں میرے گناہوں کا شمار | ایسے عاصی پر تمہاری مہربانی چاہیئے

مولانا محمد علی جوہر | اے شافعِ محشر نہ کرے تو جو شفاعت | پھر کون وہاں تیرے سوا میرے لیئے ہے

مفتون دہلوی | کیا بخوف مجھ کو بندہ پرور اس بھروسہ | کہ تم ہو رحمتِ حق، شافعِ روزِ جزا بھی ہو

کوکب ... | مجھے اپنے گناہوں نے نہو محشر میں رسوائی | تمہارا ہوں شہ والا چھپانا مجکو دامن میں

یوسف | محشر میں جب شفیع رسولِ انام ہو | کیونکر نہ ہم پہ نارِ جہنم حرام ہو

قناعت ... | صلِّ علیٰ محمدِ الشّافعِ الامم | دن حشر کے اُٹھوں گا یہی میں پکارتا

نظیر اکبرآبادی

مخبرِ صادق ہو تم اور حضرتِ خیر الوریٰ | سرورِ ہر دوسرا، اور شافعِ روزِ جزا
ہے تمہاری ذاتِ والا منبعِ لطف و عطا | کیا نظیر اک، اور بھی سب کی مدد کا آسرا
یاں بھی تم، واں بھی تمہیں ہو یا محمد مصطفےٰ

اظہارِ مدعا

عاشق کی اور فقیر کی صورت سوال ہے — مطلب سمجھ لیں آپ تو روشن ضمیر ہیں — رند لکھنوی

پوچھتے کیا ہو مدعا کیا ہے؟ — خود سمجھ جاؤ۔ پوچھنا کیا ہے — ملک الکلام فوق

تم سمجھ۔ سوچ لو۔ تم تاڑ لو۔ پہچان لو — بات اپنے دل کی میں اپنی زباں سے کیوں کہوں — بیخود دہلوی

معلوم سب ہے پوچھتے ہو پھر بھی مدعا — اب تم سے دل کی بات کہیں کیا زباں سے ہم — حسرت موہانی

میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں — کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے — غالب دہلوی

وہ کہتے ہیں اگر کوئی تمنا ہو تو ظاہر کر — خوشا قسمت کہ میرے منہ سے حرفِ مدعا نکلے — آزاد انصاری

یوں بیٹھتے ہو جیسے کسی سے کسی کو کچھ — مطلب نہیں، مراد نہیں، مدعا نہیں — شہرت

لیکے میں اوڑھوں۔ بچھاؤں۔ یا لپیٹوں۔ کیا کروں — روکھی۔ پھیکی۔ ایسی سوکھی مہربانی آپ کی — استاد دہلوی

یوں بھی ہزاروں لاکھوں میں تم انتخاب ہو — پورا کرو سوال تو پھر لاجواب ہو — نامعلوم

بلائیں لیکے پوچھا ہم نے ان سے کہئیے کیا سمجھے — وہ پہلے مسکرائے۔ پھر کہا تجھ سی خدا سمجھے — ؍؍

ایسے بچے نہیں کچھ۔ فضلِ خدا سے ہو جواں — آپ تو نام سے "بی شادی" کے ڈر جاتے ہیں — صفا حیدرآبادی

ذرا بزم سے اٹھ کے خلوت میں سن لو — خدا جانے کیا مدعا ہے کسی کا — [illegible] / سرور ... رامپور

ہجر میری موت ہے اور زندگی میری وصال — اب بتاؤ تم کو ان دونوں میں کیا منظور ہے — زار گوالیاری

عرض مطلب پر بگڑ جاتے ہیں وہ — بات کہنا بھی شکایت ہو گئی — ندیم اکبرآبادی

افلاس، تنگدستی

ہو کے مقروضِ مغاں کی ترک ہم نے میکشی — تنگدستی کا بھلا ہو، ہم پارسا ہونے لگے — اکبر الہ آبادی

یہ اپنی وضع اور یہ دشنامِ مے فروش — سُنکر جو پی گئے یہ مزا مفلسی کا تھا — ریاض گورکھپوری

چاہیئے زرانِ بتانِ سیمتن کے واسطے — یاں قلندر ہیں۔ نہیں کوڑی کفن کے واسطے — ذوق دہلوی

نیر رخشاں زمیں لہارو	پیری و مفلسی میں تو نام مے کہ اب	لطف ارتکاب میں ہے نہ اجر اجتناب میں
رعنا	وہ سب بدمستیاں تھیں زر کی۔ اب زر ہے نہ پیتے ہیں	ہماری مفلسی خود راہ پر ہم کو لگا لائی
نامعلوم	تنگدستی کے سبب جان سے بیزار ہیں ہم	دار پر کھینچ دے اے چرخ کہ نادار ہیں ہم
غالب	کون ہے جو نہیں ہے حاجت مند	کس کی حاجت روا کرے کوئی
قیصر دہلوی	کافر ہوں گر سہارا کفن کا بھی ہو ہمیں	مرتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں اب مفلسی سے ہم
گستاخ رامپوری	مجھ سے وہ کہتے ہیں انصاف سے تم ہی کہہ دو	زر نہ ہو پاس۔ تو الفت کی ضرورت کیا ہے
نامعلوم	اُن کی فرمائش نئی دن رات ہے	اور تھوڑی سی مری اوقات ہے
	جی تک بھی اگر چاہو۔ تو وسواس نہیں ہے	کچھ اور جو ڈھونڈو تو میرے پاس نہیں ہے
ولی	مفلسی سب بہار کھوتی ہے	عشق کا اعتبار کھوتی ہے

انکار

بیخود دہلوی	جھوٹا ہی کیوں نہ کیجے۔ وعدہ تو منہ سے کیجے	انکار سنتے سنتے برسوں گذر گئے ہیں
"	اتنی بھی کسی بات پہ یوں ہٹ نہیں کرتے	اتنا بھی بس انکار مری جاں نہیں ہوتا
ریاض گورکھپوری	آ کے قابو میں نہ کہیئے پیار رہنے دیجئے	پیارے پیارے منہ سے اب انکار رہنے دیجئے
مست بنارسی	روز کہتے ہو تم، کہ آج نہیں	اس مرض کا کوئی علاج نہیں
مفتون دہلوی	دستِ شوق ہائے جھٹک کر یہ کسی کا کہنا	منہ لگانا ہی غضب ہو گیا۔ اترا ہی گیا
قیصر دہلوی	یاد کی شرط لگا دیتے ہو وعدہ کر کے	خوب انکار کا پہلو ہے یہ اقرار کیساتھ
آشنا	گالی سہی، ادا سہی، چینِ جبیں سہی	یہ سب سہی پر ایک نہیں کی نہیں سہی
روشن بریلوی	آپ کرتے ہیں بار بار نہیں	ہم کو ہاں کا بھی اعتبار نہیں
حسرت موہانی	دشوار ہے رندوں پہ انکارِ کرم یکسر	اے ساقیِ جاں پرور، کچھ لطف و عنایت بھی
نامعلوم	در پئے نہ ہو جیئے، نہیں منظور اب مجھے	تب کیا ہوا تھا تم کو، محبت تھی جب مجھے

آرزو، ارمان، حسرت، تمنا

تھی تمنا باغِ عالم میں گل و بلبل کی طرح	بیٹھکر ہم تم کہیں اے یار ہنستے، بولتے	منشی امیراللہ تسلیم لکھنوی
تاک رگڑی برسوں اس ارمان میں	سُن لیں میری بات اکدن کان میں	حضرت اکبر الہ آبادی
کافر ہو اگر وصل کا ارمان ہو دل میں	مجھ کو تو فقط دیکھنی تھی بات کسی کی	علامہ بیخود دہلوی
سینہ سے لگائیں تمہیں ارمان یہی ہے	جینے کا مزا ہے تو مری جان یہی ہے	مولانا اکبر الہ آبادی
محفل ہو، شغلِ مے ہو، شبِ ماہتاب ہو	اور میں گروں تو مجکو سنبھالا کرے کوئی	مسٹر اقبال
ابر ہو، دریا ہو، خلوت ہو، بُت بے پیر ہو	تب کہیں حاصل مرادِ عاشقِ دلگیر ہو	جناب دولہا
اک رات دل جلوں کو یہ عیش و وصال دے	پھر چاہے آسمان جہنم میں ڈال دے	نامعلوم
اتنی ہے عرض گردشِ لیل و نہار سے	راتیں ہوں وصلِ یار کی، دن ہو بہار کے	"
نہ کیوں حوروں کو اُس کی آرزو ہو	بغل میں جسکی تم سا خوبرو ہو	"
ساقی ہو اور مے ہو، ساغر ہو اور سبو ہو	قطعہ سبزہ ہو اور جو ہو، اور یار روبرو ہو	جناب آثم
آثم جو میری قسمت یہ دن مجھے دکھائے	کافر ہوں پھر جو مجکو کچھ اور آرزو ہو	"
پہلے تھیں اب سے دور بہت دلمیں حسرتیں	اب آرزو یہ ہے کہ کوئی آرزو نہ ہو	ملک الکلام قوی امروہوی
دل سے وصلِ جاناں کی آرزو نہیں جاتی	خاک ہو گئے لیکن جستجو نہیں جاتی	جناب دل
شب مہتاب ہو، خلوت ہو، مے ہو، جام و مینا ہو	الٰہی اس تکلف سے کسی مہوش کا مہماں ہوں	نامعلوم
وہ بھی دن ہو گا خدایا کہ بر آئے گی اُمید	وہ بھی دن ہوگا کہ کوئی مرا مہماں ہوگا	جناب خنجر
لطفِ شبِ مہ اے دل اُس دم مجھے حاصل ہو	اک چاند بغل میں ہو اک چاند مقابل ہو	جناب ہوس
ملے جو قسمت سے ایسا موقع تو لطف آجائے زندگی کا	مزا تو جب ہے کہ وصل میں ہو زباں کسی کی دہن کسیکا	جناب رسوا
کس کو عرضِ وصل سے مطلوب ہے اُنکا وصال	وہ فقط منہ سے یہ کہدیں ہاں ہمیں منظور ہے	جناب بیدار گوبلیڈی
ہم خدا تھے گر نہ ہوتا دل میں کوئی مدعا	آرزوؤں نے ہماری ہم کو بندہ کر دیا	شمس سرشمی

آئینہ - آرسی

کیا غور سے اے جانِ جہاں دیکھ رہے ہو ۔ تم سا کوئی آئینہ کے اندر تو نہیں ہے — "ملک الکلام" مولانا فوق امروہوی

نہ دیکھنا کبھی آئینہ بھول کر دیکھو ۔ تمہارے حسن کا پیدا جواب کر دیگا — جناب بیخود دہلوی

اپنی صورت آئینہ میں تم نہ دیکھو ہر گھڑی ۔ کر دیا دیکھو اسی صورت نے دیوانہ ہمیں — جناب قیصر دہلوی

لیئے بیٹھے رہو اپنے لیئے تم آرسی اپنی ۔ خوشامد خوری منہ دیکھی ہماری دیکھی بھالی ہے — حضرت ریاض گورکھپوری

نہ بھول اے آرسی گر یار کو تجھ سے محبت ہے ۔ نہیں ہے اعتبار اسکا یہ منہ دیکھے کی الفت ہے — حضرت میرؔ

میں ہی نہیں فریفتہ روئے نگار دیکھکر ۔ خود ہیں وہ محو آئینہ اپنی بہار دیکھکر — امیر الشعراء منظر امروہوی

ترا منہ دیکھکر آئینہ کو حیرت سی ہو جاتی ۔ تری صورت کے آگے عکس بھی تصویر بنجاتا — مولانا شفق عمادپوری

نظر اٹھا ہیں جو آرسی ہے تو انسے پوچھوں یہ میں نے ۔ لگائی ہے آنکھ کیا کسی سے کہو تو یہ دیکھ بھال کیا ہے — حضرت جلیل مانکپوری

دیکھکر آئینہ کو عکس سے کہتا ہے وہ شوخ ؛ ۔ دیکھ اگر حسن کا دعوٰے ہے تو باہر آؤ — جناب مفتون دہلوی

آنکھ سیدھی نہیں کرتا کہ مقابل ہو نگاہ ۔ آرسی ناز سے وہ دیکھے ہے شرمائے ہوئے — مصحفی امروہوی

انداز اپنا دیکھتے ہیں آئینہ میں وہ ۔ اور یہ بھی دیکھتے ہیں کوئی دیکھتا نہو — نظام رامپوری

دی تھی حیرت تو ہمیں آئینہ پیدا کرتے ۔ کہ انہیں دیکھتے ہم وہ ہمیں دیکھا کرتے — حضرت ذوقؔ

آئینہ بنکر رہوں ہر وقت پیش روئے دوست ۔ وہ مجھے دیکھا کرے دیکھا کروں میں سوئے دوست — جناب نسیم دہلوی

آئینہ کیا بتائے گا مجھ سے ملاؤ آنکھ ۔ میری نظر کسوٹی ہے حسن و جمال کی — حضرت بیخود دہلوی

ان آرسی کے دیکھنے والوں کو کیا پرکھ ۔ اچھا ہے وہ حسین ہم اچھا کہیں جسے — ریختہ گو گورکھپوری

آئینہ دیکھ جو کہتا ہے کہ اللہ رے میں ۔ اس کا میں دیکھنے والا ہوں بقا واہ رے میں — بقلم مرحوم لکھنوی

ہم نے تم کو خوب دیکھا ہے مثالِ آئینہ ۔ بیٹھے بیٹھے کچھ ہو تم اور روبرو کچھ اور ہو — نامعلوم

آئینہ میں کیا دیکھتے ہو اپنی ادائیں ۔ اس ناز کو انداز کو پوچھو مرے جی سے — ؍؍

بن ٹھن چکے بس آئینہ کے پاس سے سرکو ۔ اب آرسی میں ٹھیک کر و گوز کسر کو — مفتون دہلوی

اللہ سے مانگو ما سوا سے نہیں

دیکھو تو ہی کسی سے حاجت طلب نہ کرنا	جس نے دیا ہے سب کو تم اُسکے در کو دیکھو	ملک الکلام قوی امروہی
جو چاہتا ہوں مانگتا ہوں اپنے خدا سے	سائل سے کسی چیز کا سائل نہیں ہوتا	
کیوں نہ ہم ہوں ملتجی اپنے خدا کے سامنے	عرض حاجت چاہیئے حاجت روا کے سامنے	نوح ناروی
ناحق سوال ہے کس و ناکس کے سامنے	روزی بھی دیگا جس نے دہن اے گدا دیا	رنگین
تمہیں جو مانگنا ہے اے رسا اللہ سے مانگو	بڑی سرکار ہے اُسکی بڑا وہ دینے والا ہے	رسا
وہ عجب در ہے کہ مانگے نہیں عزت جاتی	اپنے اللہ سے ہر ایک سوال اچھا ہے	راز
چشم کرم بشر سے ذلت کا سامنا ہے	اللہ سے طلب کر جو تجھ کو مانگنا ہے	

امتحان

گھبرا کے جب فراق میں مانگی دعائے وصل	آئی صدا یہی تو مقام امتحاں کے ہیں	امیر مینائی
اور بڑھ جائیں گی بدنامیاں رسوا ہوگے	آزماؤ نہ خدا کے لیئے اُلفت میری	
میں بھی ہوں اور غیر بھی ہے آپ بھی شمشیر بھی	آج الفت کا مری جان امتحاں ہو جائیگا	ملک الکلام قوی
وفا کا امتحاں دوگے۔ ہٹو جاؤ۔ چلو۔ بیٹھو	تمہارے جھوٹے وعدہ کی سند کیا۔ ہو نہیں سکتا	بیخود دہلوی
بدنام ہوگے جانے بھی دو امتحان کو	تم سے کریگا کون عزیز اپنی جان کو	
تا کجا یہ امتحانِ طاقتِ صبر و شکیب	جانِ جاں آخر دلِ عشاق کی بنیاد کیا	عیشی
ہمارا امتحاں کرتے ہو لیکن	تمہارا بھی اسی میں امتحاں ہے	بینظیر شاہ
امتحاں چاہنے والوں کا ستمگر کیسا	آن پر تیری مرے جاتے ہیں خنجر کیسا	قیصر دہلوی
بنی ہے جان پہ کیا خاک امتحاں لینگے	اب آزمائینگے کیا خاک آزما کے مجھے	مطلب
امتحاں نالۂ دل کا تو دکھا دوں لیکن	یہ تو سمجھو کہ فلک ٹوٹ پڑے گا کس پر	داغ

اظہار عشق والفت

شہیدی — جان اب تم سے ہی کیا بھید چھپانا دل کا ‖ آپ سے مجھ کو مبارک ہو لگانا دل کا

ہمدم اکبرآبادی — خواہش پری کی ہے، نہ تمنا ہے حور کی ‖ آنکھوں کے سامنے رہے صورت حضور کی

ان آنکھوں کو ہے بس رخِ پُرنور سے مطلب ‖ کوٹھے سے حسینوں کے نہ کچھ طور سے مطلب

مس گوہر کلکتہ — جب سے ہوا ہے مجھ کو ترا عشق ماہرو ‖ اک آگ سی جگر کے ہے اندر لگی ہوئی

ملک الکلام قوی — ہمکو تو کوئی چیز نہیں یار سے عزیز ‖ قربان مال، جان تصدق نثار دل

خورشید — جان سے بڑھ کر ہمیں ہو تم عزیز ‖ تم ملو تو اور کیا درکار ہے

ہوئی جب سے اے یار الفت تمہاری ‖ ان آنکھوں میں پھرتی ہے صورت تمہاری

دلاور — تم دور رہو اور یہ بے چین نہ ہو جائے ‖ اپنا سا سمجھتے ہو مری جاں مرے دل کو

داغ — ادھر آ کلیجے سے تجھ کو لگا لوں ‖ تجھی پر تو دل آگیا ہے کسی کا!

آتش — اے صنم جس نے تجھے چاند سی صورت دی ہے ‖ اُسی اللہ نے مجھکو بھی محبت دی ہے

بینظیر وارثی — پوچھتے کیا ہو کہ تم کو دل دیا کیا دیکھکر ‖ خوبصورت دیکھکر، لاکھوں میں یکتا دیکھکر
ستم دیکھکر۔ یا۔ کرم دیکھکر ‖ غرض مرمٹے کچھ تو ہم دیکھکر

قمر — تمہیں پہ تو صدقہ یہ جاں ہو رہی ہے ‖ تمہیں پہ تو یہ دل فدا ہو رہا ہے

رند — حور پہ آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا ‖ سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا

رسا — سو بار صدقے ہو کے بھی یہ چاہتا ہے جی ‖ سو بار اور آپ کے قربان جایئے

شفق جونپوری — تمہارے دل سے تو دل مل چکا ہے بندہ نواز ‖ اب ایسے دیسوں سے بندہ کا جی نہیں ملتا

داغ — یہ تو نہیں کہ تم سا جہاں میں حسیں نہیں ‖ اس دل کو کیا کروں کہ بہلتا کہیں نہیں

تیرے سوا کسی سے محبت صنم نہیں ‖ تیری قسم نہیں ہے خدا کی قسم نہیں

آئے تھے اُن سے کہنے اُنکے ستم کا قصہ ‖ اسکا علاج کیا ہے اب پیار آرہا ہے

اظہارِ عشق نہ کرنا چاہیئے

غلط ہے کہ دل کا لگانا بُرا ہے | محبت کا لیکن جتانا بُرا ہے — رونق دہلوی

حُسن بے پروا کو خود بین و خود آرا کر دیا | کیا کیا میں نے کہ اظہارِ تمنا کر دیا — حسرت موہانی

اُلفت جتا کے دوست کو دشمن بنا لیا | بیخود تمہاری عقل کے قربان جائیے — بیخود دہلوی

سچ کہتے ہیں کہ نام محبت کا ہے بُرا | اُلفت جتا کے دوست کو دشمن بنا لیا — جوش

خوشامد سے بگاڑا آپ ہم نے اُس کی عادت کو | بنایا اپنا دشمن خود جتا کر مُنہ سے اُلفت کو

کس کس طرح سے اس کو جلاتے ہیں رات دن | وہ جانتے ہیں داغ ہے ہم پر مٹا ہوا — داغ

کر کے اظہار بے کلی دل کی | بات کھو دی رہی سہی دل کی

جذبِ اُلفت تیرے صدقہ شوق دل تجھ پر نثار | اور وہ کھنچنے لگے مائل طبیعت دیکھ کر — حلم بریلوی

کھنچتے ہو ہم سے دور، ہمارا قصور ہے | کیوں چاند تم کو کہکے فلک پر چڑھا دیا — خلیل

انگڑائی جمائی

ہالے کی شکل گردِ رخ ماہوش ہوئی | انگڑائی لی جو یار نے دونوں ملا کے ہاتھ — تونگر

دریائے حُسن اور بھی دو ہاتھ بڑھ گیا | انگڑائی اُس نے نشہ میں لی جب اُٹھا کے ہاتھ — راسخ لکھنوی

انگڑائی بھی وہ لینے نہ پائے اُٹھا کے ہاتھ | دیکھا جو مجھ کو چھوڑ دیئے مسکرا کے ہاتھ — نظام

دیر تک اس شبہ میں دیکھا ہلال | یہ کسی کافر کی انگڑائی نہ ہو — سائل دہلوی

جہاں جاگے وہیں انگڑائیاں لو | یہاں پھیلائی ہے سستی کہاں کی — مشتاق دہلوی

انگڑائی لے کے اپنا مجھ پر خمار ڈالا | کافر کی اس ادا نے بس مجھ کو مار ڈالا — مصحفی امروہی

دبے فتنے قیامت بنکے اُٹھتے ہیں قیامت سے | وہ جب انگڑائیاں لے لیکے سینہ تان لیتے ہیں — راسخ دہلوی

راز اُبھرے ہوئے جوبن کا بتا دیتی ہے | چغلی کھاتا ہے غضب یار کی انگڑائی کا — صفی امروہی

اندازِ بیان۔ حسنِ تقریر

بیخود دہلوی	دل میں کچھ چبھتی ہوئی تقریر ہونی چاہیئے	نالہ کیسا بات میں تاثیر ہونی چاہیئے
	بات وہ کہیئے کہ جس بات کے سو پہلو ہوں	کوئی پہلو تو رہے بات بدلنے کے لئے
مفتون دہلوی	مُنہ میں زبان۔ زبان میں لطفِ بیاں رہے	لب پر سخن۔ سخن میں لطافت عیاں رہے
بے نظیر وارثی	عالم ہے مست لوٹ ہی بلبل بیان پر	ہر لفظ ایک پھول ہے میری زبان پر
سائل دہلوی	نہیں ہوتی تو دعا میں نہیں ہوتی تاثیر	اور جو ہوتا ہے تو باتوں میں اثر ہوتا ہے
"	سُنا کرتے ہیں ہر دن دل لگا کر میرے شیون کو	سخن سنجی سکھاتا ہوں نوا سنجانِ گلشن کو
آتش لکھنوی	سمجھ لیتے ہیں مطلب اپنے اپنے طور پر سامع	اثر رکھتی ہے آتش کی غزل مجذوب کی بڑ کا
اسیر لکھنوی	قابلِ صحبتِ خوباں تو نہیں ہوں لیکن	ربط کے جتنے ہیں انداز مجھے یاد ہیں سب
	اعجازِ جاں وہی ہے ہمارے کلام کو	زندہ کیا ہے ہم نے مسیحا کے نام کو
فیاض	سیدھے سادے تو ہیں فیاض مگر آتا ہے	میٹھی باتوں سے انہیں خوب لبھانا دل کا
	ہیں زباں داں ہر جگہ۔ اہلِ زباں گنتی کے ہیں	جادو بیاں ہیں سینکڑوں آتش بیاں گنتی کے ہیں
	اثر لبھانے کا پیارے ترے بیان میں ہے	کسی کی آنکھ میں جادو تری زبان میں ہے
	جز جوہری کیا جانے کوئی قدرِ جواہر	سمجھے ہے سخن رس ہی سخن میری زباں کا
	میں جو یہ دون کی لیتا ہوں بجا لیتا ہوں	چار باتوں میں فرشتوں کو لگا لیتا ہوں
	جگر میں چٹکیاں لیتی ہے ہر طرزِ فغاں میری	کہاں سے لائیگی بلبل دہن میرا زباں میری
	مزا جب تھا کہ میرے مُنہ سے سُنتے داستاں میری	کہاں سے لائیگا قاصد دہن میرا زباں میری
وحشت اکبرآبادی	کچھ عجب طرز کا اندازِ بیاں رکھتے ہیں	لوٹ ہیں جس پہ فرشتے وہ زباں رکھتے ہیں
ذبیح	نہ ہو کیوں عشق میں ڈوبی ہوئی طرزِ بیاں میری	جوانی گو نہیں لیکن طبیعت ہے جواں میری
ذوق	کیڑا ذرا سا اور وہ پتھر میں گھر کرے	اِنساں وہ کیا نہ جو دلِ دلبر میں گھر کرے

کتبخانہ جامعہ عثمانیہ

آہ

دیکھنا کیا مرتبہ ہے عاشقوں کی آہ کا — اوّل و آخر میں جسکے حرف ہے اللہ کا — نسیم دہلوی

عشق کے مکتب میں میری آج بسم اللہ ہے — مُنہ سے کہتا ہوں الف دل سے نکلتی آہ ہے — کلثوم زمانی دہلوی

عشق میں نہ سیم نہ زر چاہیئے — آہ میں کچھ اپنی اثر چاہیئے

نہ تھی تاب اے دل تو کیوں چاہ کی — بڑا تیر مارا۔ اگر آہ کی! — فصیح الملک داغ

آہ ہوتی مرے لب پر نہ یہ نالا ہوتا — ایک بھی تونے جو ارمان نکالا ہوتا — رسا

ہے اثر سے کوئی کاوش، نالۂ شبگیر کو — کچھ عداوت ہو گئی ہے آہ سے تاثیر کو — صدیق حسن صہبی

کب تک یہ طولِ فرقت تاثیر دے الٰہی — اس آہِ نارسا کو، اس اشک بے اثر کو

مری آہ کا تم اثر دیکھ لینا — وہ آئیں گے تھامے جگر دیکھ لینا

سینہ پھٹتا ہے جو روکوں نالۂ جانکاہ کو — آسماں جلتا ہے گر مُنہ سے نکالوں آہ کو — محمود لکھنوی

نہ خوف آہ نہ ڈر ہے بتوں کو نالوں کا — بڑا کلیجہ ہے ان دل دُکھانے والوں کا — جلال

آہ سے مظلوم کی ڈر ظالمِ نخوت پرست — سامنے جسکے زمین و آسماں کچھ بھی نہیں — ذہین

آہِ پُر درد سے بچتے رہیں کہدو اُن سے — جو ہنسی کھیل سمجھتے ہیں دُکھانا دل کا — یوسف سلیقی

مجھے جلا کے رہینگے نہ آپ بھی ٹھنڈے — کہ آہِ سوختہ جاں بے اثر نہیں ہوتی — ملک الکلام قوی

وہ ہی آہوں میں نہ خوں ہو کے کلیجا بہہ جائے — دیکھ بلبل مرے نالوں کی روش یاد نہ کر — اکبر

سُن کے میری آہ شب کو وہ مرے گھر آ گئے — ہنس کے پوچھا کچھ ابھی باقی اثر ہونیکو ہے — کیف

آہ نکلی ہی تھی ہونٹوں سے کہ وہ آ پہنچے — دیکھ لی میری دعاؤں نے اثر کی صورت — ذاکر دہلوی

راستہ صبح تک اے رشک قمر دیکھیں گے — آج ہم شام سے آہوں کا اثر دیکھینگے — رشک

دیکھیئے آہ نے بلبل کی دکھایا یہ اثر — سرِ گلشن کو کبھی پھولنے پھلنے ندیا — سائل دہلوی

دل بھی تو ہے خدا کا گھر آتی نہیں ہے کیوں ادھر — جاتی ہے روز عرش پہ آہ بے اثر عبث — صبی امروہی

انتظار

تھک گئے ہم کرتے کرتے انتظار　　اک قیامت اُن کا آنا ہو گیا

جانے آکر وہ غضب ڈہائینگے کیا　　جن کی آمد اک قیامت ہو گئی

اے ابر بہار آج ذرا تھم کے برسنا　　آجائے مرا یار تو پھر جم کے برسنا

خواجہ آتش　وعدہ خلاف یار سے کہیو پیا مبر　　آنکھونکو روگ دیجئے کیوں انتظار کا

آنے کی کس کے اے دل اُمید کر رہا ہے　　جھوٹا زمانہ بھر کا وہ ایک چالیا ہے

بجو عظیم آبادی　انتظار اُنکا عبث اے دلِ مشتاق نہ کر　　وہ کسی اور کے مہمان بنے بیٹھے ہیں

وہ جلد آئیں گے یا دیر میں خدا جانے　　میں گل بچھاؤں کہ کلیاں بچھاؤں بستر پہ

ہم بھی وہ سخت جاں تھے کہ تڑکا ہی کر دیا　　مٹی خراب کر کے رہے انتظار کی

کہتے ہیں آنکو وہ آئیں نہ آئیں دیکھئے　　شوق میں کبتک مجھے رستہ دکھائیں دیکھئے

مومن دہلوی　ہے کس کا انتظار کہ خوابِ عدم سے بھی　　ہر بار چونک پڑتے ہیں آوازِ پا کے ساتھ

اکبر میرٹھی　کیا نہ ہوگا آج بھی وعدۂ وفا و حیلہ ساز　　کیا تڑپتے ہی تڑپتے رات بھر ہو جائگی

قیصر دہلوی　شبِ وعدہ قیامت کی گھڑی اک اک گھڑی گزری　　جہاں آہٹ ہوئی گھبرا کے ہمنے سوئے در دیکھا

ہمدم　نہ پوچھو کچھ۔ شبِ وعدہ بلا کی انتظاری ہے　　صدا پر کان، در پر آنکھ۔ دلمیں بیقراری ہے

زیب　شب وعدہ یہ رہا کرتی ہیں باتیں دل سے　　دیکھیں یار آتا ہے پہلے کہ قضا آتی ہے

شبِ وعدہ اُمید و یاس کی جھگڑے ہی کیا کیا　　کبھی ٹھہرا دلِ مضطر۔ کبھی جانِ حزیں نکلی

داغ　گزاری میں نے ساری رات یہ کہکر وہ اب آئے　　ذرا اے چشمِ تر تھمنا۔ ذرا اے دل جگر رہنا

〃　غضب کیا ترے وعدے پہ اعتبار کیا　　تمام رات قیامت کا انتظار کیا

〃　خدا کرے کہ مزہ انتظار کا نہ مٹے　　مرے سوال کا وہ دیں جواب برسوں میں

〃　اللہ کرے تجھ کو بھی ہو چاہ کسی کی　　پھر میری طرح تو بھی تکے راہ کسی کی

آمدِ جاناں

لو وہ آئے جانِ عاشق پر غضب ڈھاتے ہوئے — مسکراتے اینڈتے جوبن پہ اتراتے ہوئے — آزاد

آج دم بھر میں اجل کا سامنا ہونیکو تھا — خیر گزری آگئے تم۔ کیا سے کیا ہونیکو تھا — تسلیم لکھنوی

چلے آئے مرے گھر کس طرح تم بھولکر رستہ — یہ کیا اب دل میں آیا تھا، یہ کیا جی میں سمائی تھی

او وعدہ فراموش کدھر بھول پڑا آج — تقدیر ہماری، جو یہ صورت نظر آئی — روشن

پوچھتا کیا ہے ترے آنے سی کیا کیا ہوگیا — ہاتھ بھر دل بڑھ گیا۔ دُگنا کلیجا ہوگیا — سائل دہلوی

بجلیاں دیکھنے والوں میں گراتے آئے — تم جدھر آئے اُدھر آگ لگاتے آئے — رسا

شکوہ کروں میں اُن سے یا اُٹھکے لوں بلائیں — وہ آج میرے گھر پر آئے ہیں سال بھر میں — شبیر مرادآبادی

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے — کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں — غالبؔ

یار تنہا جو اِدھر بھول کے آنکلا ہے — کیسے ارمان مچلتے ہیں نکلنے کے لیئے — ملک الکلام حضرت قوی

غصہ آتا ہے، پیار آتا ہے — غیر کے گھر سے یار آتا ہے — شکی دہلوی

آج مدّت کے بعد آئے ہو — یار یہ دل سے راہ تھی دل کی — اکبر میرٹھی

اُڑاتا خاک سر پر، جھومتا مستانہ آتا ہے — نہیں معلوم کس دُھن میں مرا دیوانہ آتا ہے — ظفر (بادشاہ)

وہ میری ملاقات کو آئے مرے گھر آج — مدت میں دعاؤں نے دکھایا ہے اثر آج — آتش

جس کے گھر میں بعد مدت کے وہ آئے — شادمانی اُس کی دیکھا چاہیئے

وہ آئے بھی تو کیا آئے نہ آنا اس سی بہتر تھا — کہ نکلے حوصلے ہی کچھ، نہ کچھ ارمانِ دل نکلے

وہ چھپکے آئے ہیں ڈرتے ہوئے ہمارے گھر — رقیب کو نہ خدایا خبر کرے کوئی

ذاکر کے در پہ آکے وہ کہتے ہیں ناز سے — اس خانماں خراب کو جب دیکھو گھر نہیں — ذاکر دہلوی

آپ سے آتے ہو کب عشاق مضطر کی طرف — جذبۂ دل تمکو لایا ہی مرے گھر کی طرف — اکبر الٰہ آبادی

الفت اسے کہتے ہیں، یہ جذب محبت ہے — بے آئے مرے گھر میں تو رہ نہ سکا۔ دیکھا — بیخود دہلوی

اقرار، وعدہ، قول و قسم، عہد و پیمان

وعدہ خلافی، بے اعتباری

بینظیر وارثی

وہ میرا سوال اور آنکھوں میں آنسو
وہ گھبرا کے منظور کہنا کسی کا

تونے آج او بے وفا کیا خاتی دُنیا دیکھ لی
راہ پر آئے لگا عہد و فا ہونے لگے

داغ

باہم اک وعدۂ فردا یہ نوشتہ ہو جائے
کہ مری سہو کی عادت ہے مجھے یاد رہے

میری باتوں کا نہ باور ہو نوشتہ لے لو
شاہد النساں کے عوض چاہے فرشتہ لیلو

اکبر میرٹھی

لیئے وعدے ہزاروں اُن سے ہمنے اس تمنا پر
کہ صدہا جھوٹ میں ایک آدھ سچا ہو ہی جاتا ہے

میں وہ نہیں ہوں کہ تجھ بت سے دل مرا پھر جائے
پھروں میں تجھ سے تو مجھسے مرا خدا پھر جائے

رسا

دے کے مجھے تسلی بے چین کر رہے ہو
ہنستے ہو وعدہ کر کے قربان اس ہنسی کے

داغ

میں بھی حیران ہوں اے داغ کہ یہ ہے کیا بات
وعدہ وہ کرتے ہیں آتا ہے تبسم مجکو

قیصر دہلوی

صاف انکار اگر ہو تو تسلی ہو جائے
جھوٹے وعدوں سے ترے رنج سوا ہوتا ہے

تسلیم لکھنوی

کہدیا ہر بات پر ہاں ہاں مگر کچھ بھی نہیں
میں نے جو درخواست کی منظور ہو کر رہ گئی

واصف

منہ سے اپنے گھر بیٹھے ہوئے باتیں بناتے ہیں
قیامت اُن کی وعدے ہیں نہ آتے ہیں نہ جاتے ہیں

ذوق

کہتے تھے آنے کو خاطر سے ہماری پرسوں
ہوئے برسوں نہ ہوئی پر وہ تمہاری پرسوں

〃

مجھے ہو کس طرح قول و قسم کا اعتبار اُنکے
ہزاروں دے چکے وہ قول لاکھوں کھا چکے قسمیں

ذاکر دہلوی

وعدۂ وصل میں انکار کا پہلو ہے عیاں
ڈگمگاتا ہے جہاز اب لب ساحل میرا

بیخود دہلوی

ہزاروں خوبیوں کے ساتھ تجھ میں یہ بُرائی ہے
ترے وعدوں کو جھوٹا ہمنے ظالم بیشتر پایا

راسخ

خدا چاہے تو آئینگے عبث کہتے ہو وعدہ پر
ہمیں معلوم ہے صاحب خدا چاہے نہ تم چاہو

مسلم

اک لطف روز کے ہے سوال و جواب میں
ہم خود یہ چاہتے ہیں کہ وعدہ وفا نہ ہو

وفائے وعدہ سے چشم پوشی ہمیشہ شام و پگاہ کرنا — حضور نے کیا تو اب سمجھا ہے منتظر کو تباہ کرنا — اکبر الہ آبادی

یہی ہے وہ زباں جس سے کیا تھا وصل کا وعدہ — اسی منہ سے کہا تھا ہم ملینگے باوفا ہو کر — دبیر از رڑکی

نہ جھوٹ بول کہ ہم شام سے کل آئیں گے — نہ کھا قسم ارے جھوٹے۔ کبھی جو تو آئے — ریاض گورکھپوری

کھاجائیں فریب ایسے تو ناداں نہیں ہم بھی — وعدہ بھی غلط آپ کا جھوٹی ہے قسم بھی — بیخود دہلوی

یوں تو وہ روز کیا کرتے ہیں اقرار وفا — وقت آتا ہے تو پھر صاف مکر جاتے ہیں — سردار بیگم صاحبہ سالار بھوپالی

کم سنی میں تو حسیں عہد وفا کرتے ہیں — بھول جاتے ہیں مگر سب جو شباب آتا ہے — انوار بمبئی

عہد و پیماں کا تمہارے کیوں کروں نہیں اعتبار — کیا مرے سر کی کبھی جھوٹی قسم کھائی نہیں — قوی امروہوی

آپ کا اعتبار کون کرے — روز کا انتظار کون کرے — داغ

یقیں ہے کہ ہو جائے آخر کو سچی — مرے منہ میں تیری زباں آتے آتے — داغ

ہم کو تمہاری بات کا پھر بھی یقین ہے — ابتک اگرچہ کوئی نہ وعدہ وفا ہوا — اوج مالیگانوی

یقیں ہے مجکو وعدے کا نہ کھائیں آپ قسمیں — عنایت ہے۔ کرم ہے۔ بندہ پرور مہربانی ہے — قیصر دہلوی

آنکھ۔ ابرو۔ اشک۔ مژگاں

وہ چشم مست پھر اسیر وہ پنجۂ مژگاں — ہو جیسے ہاتھ کسی نازنیں کا ساغر پر

ہمنے دیکھی ہے کسی شوخ کی مستی بھری آنکھ — ملتی جلتی ہے چھلکتے ہوئے پیمانے سے — انور بمبئی

نہ چھوڑے گی جیتا مجھے چشم قاتل — یقیں ہے یقیں بلکہ عین الیقیں ہے — ذوق دہلوی

آنکھیں وہ آنکھیں ہیں دیکھا ہو جن آنکھوں نے تجھے — دل وہی دل ہے کہ جس دل میں تری یاد رہے — بیدم اکبرآبادی

فتنہ بنجاتی ہے شوخی آکے چشم یار میں — زور دیکھا حشر ڈھانے کا اسی بیمار میں — قیصر دہلوی

اثر ہیں دو طرح کے ایک میرے اشک فرقت میں — جو بہہ جائے تو دریا ہو جو رک جائے تو گوہر ہو — ذاکر دہلوی

اشکوں سے میرے بجھ گئی سارے جہاں کی آگ — پوشیدہ کچھ شرر تھے سو پتھر میں رہ گئے — امیر مینائی

اے چشم تر نہ اشک بہا انکے سامنے — موتی ملا کے خاک میں بے آبرو نہ ہو — ملک الکلام [illegible]

آبرو، عزّت، بے عزّتی

تسلیم لکھنوی	چاہیئے انسان کو ہر وقت حفظِ آبرو	پھر گہر رہتا نہیں، آب گہر جانے کے بعد
	ایسے جینے سے تو ہے ڈوب کے مرنا بہتر	آبرو جس کی نہ ہو وہ کوئی انساں ہی نہیں
یوسف	آبرو وہ ہے جو ہو حشر کے دن او منعم	ہمکو دُنیا میں نہیں عزت و توقیر پسند
داغ	نہ کسی شخص کی عزت نہ کسی کی توقیر	عاشق آتے ہیں تمہارے کہ غلام آتے ہیں
”	خاک میں داغ ملاتے ہیں جو عزت تیری	مر بھی کمبخت کہ ایسوں ہی سے تو ملتا ہے
بیخود دہلوی	دل کا سودا نہیں کرنا مجھے تحقیر کیساتھ	جان حاضر ہے اگر لیجئے توقیر کیساتھ
	محفل میں تیری آکے یہ بے آبرو ہوئے	پہلے تھے آپ، آپ سے تم۔ تم سے تو ہوئے
	بتوں کی جھڑکیاں کھاتا ہوں اکثر	یہ میری آبرو ہے اور میں ہوں
غالب	نکلنا خلد سے آدم کا سُنتے آئے تھے لیکن	بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچہ سے ہم نکلے
میرؔ	پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں	اس عاشقی میں عزّت سادات بھی گئی

اشراف گردی

اکبر الہ آبادی	تہہ کرو صاحب نسب نامہ وہ وقت آیا ہے اب	بے اثر ہوگی شرافت مال دیکھا جائے گا
	ان روزوں خانداں کو کوئی پوچھتا نہیں	عزّت ہے آدمی کی بس اب سیم و زر کے ساتھ
رونق دہلوی	غضب اشراف گردی ہے الٰہی اس زمانہ میں	انہی پر ہیں زیادہ مشکلیں جو خاندانی ہیں
آتش	نجیبوں کا عجب کچھ حال ہے اس دور میں یارب	جسے دیکھو یہی کہتا ہے ہم بیکار بیٹھے ہیں
ناسخ	ہے بُروں کو عیش اور اچھوں کو ہے دُنیا میں رنج	توڑتا ہے گل کو گلچیں چھوڑتا ہے خار کو
ریاض	عبرت کی ہے جگہ جنہیں کل تک عروج تھا	محتاج آج حیف وہ گور و کفن کے ہیں
دلیر	کمبل بھی اوڑھنے کو انہیں اب نہیں نصیب	دیتے تھے جو فقیر کو دوشال شال کا

اخلاق، آدمیت، علم و ہنر

انسانیت بھی شرط ہے انسان کے لیئے — صورت بُری بشر کی ہو، سیرت بُری نہو — یاور (اسد پور)

سیرت نہیں ہے جسمیں وہ صورت فضول ہے — جس گُل میں بو نہیں ہے وہ کاغذ کا پھول ہے

بُرائی نہ چاہے بُروں سے نباہے — اگر ہے تو دُنیا میں مشکل یہی ہے؛ — داغ

ہر اک میں عیب نکلیں گے کہاں تک — تم ہی اچھے سہی سارے جہاں سے

نہ سُنو گر بُرا کہے کوئی، — نہ کہو گر بُرا کرے کوئی؛ — غالب رح

غالب بُرا نہ مان جو واعظ بُرا کہے — ایسا بھی ہے کوئی کہ سب اچھا کہیں جسے

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا — آدمی کو بھی میسّر نہیں انساں ہونا

بشر کو چاہیئے پاسِ دلِ بشر رکھے — کسی کا ہو کے رہے یا کسی کو کر رکھے

بشر کو چاہیئے ملتا رہے سب سے زمانہ میں — کہ اک دن کام یہ صاحب سلامت آہی جاتی ہے

ہم ہیں پُر عیب مگر ایک ہُنر رکھتے ہیں — جس کے ہو رہتے ہیں اپنا اُسے کر رکھتے ہیں — سید محمد حسین نجفی

آپس میں رہنا صلح سے خوئے بنی آدم نہیں — اکثر اسی پہ ہے عمل یا تم نہیں یا ہم نہیں — اکبر الہ آبادی

جب ملے جس سے ملے، دل کھولکر اُس سے ملے — اس سے بڑھکر اور خوبی کوئی انساں میں نہیں — بیخود دہلوی

بد نہ بولے زیرِ گردوں گر کوئی میری سُنے — ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سُنے — ذوق

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے — لاکھ طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا — ″

آدمی میں گر نہیں علم و ہنر عقل و ادب — ہے وہ چوپایہ سے بدتر یوں بشر ہونیکو ہے — کیف

عالم وہ کیا عمل نہو جس کا کتاب پر — بیفائدہ ورق یونہی غافل اُلٹ گیا

نہ کامل کوئی فن سمجھا، نہ پورا اک ہنر جانا — ادھورے ہی رہے سب کچھ کیا، پھر کچھ نہ کر جانا — مفتون دہلوی

اگر ہوتا زمانہ میں حصولِ علم بے محنت — تو بس ساری کتابیں ایک جاہل ہو کے پی جاتا

حجاب علم کی دولت عجیب دولت ہے — نہ جسکو چور چرائے نہ راہزن لوٹے — حجاب امروہوی (بیگم ملک الکلام)

بوسہ

ذہین
خدا جانے جو خواہش اور کچھ ہوتی تو کیا ہوتا
ذرا سے ایک بوسہ پر تمہارا دم نکلتا ہے

کون کہتا ہے کہ بوسہ دو ہمیں
منہ فقط رکھ لیجئے دو رخسار پر

زار
ایک بوسہ کے طلبگار ہیں ہم
اور مانگیں تو گنہگار ہیں ہم

اک بوسہ طلب کرتے ہیں آج حسن کی خیرات
دو ایسے امورات میں سوچا نہیں کرتے

قیصر دہلوی
اب کبھی ملتا نہیں بوسہ ہمیں
بند کر دی حسن کی خیرات کیا

ایک بوسہ کے لیئے منہ کو چھپایا یار نے
جان مجھ سے مانگتا اور میری ہمت دیکھتا

منیر شکوہ آبادی
بحث پڑی ہے بوسوں میں
لینا ایک نہ دینا دو

راسخ
پھیر لو بوسے رخ گلفام کے
غیر کے جھوٹے مرے کس کام کے

وصل کی شب آپ بوسوں پر خفا ہونے لگے
کیا مزے کی بات تھی کیوں بد مزا ہونے لگے

کیف
دیا بوسہ جب منہ بنا کر دیا
نہیں بے دلی کی سخاوت پسند

اکبر میرٹھی
لے لو بوسہ اپنا واپس کس لیئے تکرار کی
کیا کوئی جاگیر ہمنے چھین لی سرکار کی

رخشاں
لے لیا جو بوسہ میں نے بندہ پرور کیا ہوا
پیار میں لب رکھدیے پیارے لبوں پر کیا ہوا

اکبر الہ آبادی
تخلیہ میں آج میں نے اُنکا بوسہ لے لیا
دیکھیئے ڈگری جو ہو دعوی تو دائر ہو گیا

مفتون دہلوی
قند لب کا اُن کے بوسہ بے تکلف لیلیا
گالیاں کھائیں بلا سے منہ تو میٹھا ہوگیا

آج بوسے اُن کے گن گن کے لیئے
دن گنا کرتے تھے اس دن کے لیئے

بے گنتی بوسے لینگے رخ بے نقاب کے
عاشق ترے پڑھے نہیں علم حساب کے

تسلیم لکھنوی
دل لگی میں حسرت دل کچھ نکل جاتی تو ہے
بوسے لے لیتے ہیں ہم دو چار ہنستے بولتے

امیر مینائی
بوسہ لپٹ کے لے ہی لیا میں نے بزم میں
ہاں ہاں سنی کسی کی نہ اُن کی نہیں نہیں

ملک الکلام ترکی
ایک بوسے پر یہ حجت ہے تو کیوں
کم سے جو کم ہو اُسے کم کیا کریں

بہار

لطفِ چمن ہے، بادۂ گلگوں ہے، یار ہے
اب موسمِ بہار میں مانگوں خدا سے کیا — نامعلوم

وہ بھی کیا وقت ہے جب دل ہیں شگفتہ ہوتے
وہ بھی کیا وقت ہے جب پھول کھلا کرتے ہیں — ریاض خیرآبادی

دن پھر نصیب ہو گئے فصلِ بہار کے
لا ساقیا۔ پلا۔ کوئی شیشہ اُتار کے — ملک الکلام قوی

گھٹا کے ساتھ آئے ہیں مے گلگوں کے متوالے
پلا پیرِ مغاں، موسم ہے یہ پینے پلانے کا — قیصر دہلوی

فصلِ بہار آئی پیو صوفیو شراب
بس ہو چکی نماز مصلّے اُٹھائیے — آتش لکھنوی

بہارِ گلستاں کی ہے آمد آمد
خوشی پھرتے ہیں باغباں کیسے کیسے — ″

جامِ شراب چھین کر پی لیا شیخ جی نے آج
دل ہی تو ہے، مچل گیا۔ جوشِ بہار دیکھ کر — منتظر امروہی

بہار آئے تو پھر بادہ خوار ہم بھی ہیں
جو فصلِ گل ہو تو یاروں کے یار ہم بھی ہیں — مست بنارسی

آیا جو موسمِ گل تو یہ حساب ہوگا
ہم ہوں گے، یار ہوگا، جامِ شراب ہوگا

یہ کیا غضب ہے یہ کیا ستم ہے کہ ہائے اب تک نہ یار آیا
ادھر وہ ساقی شراب لایا، ادھر وہ ابرِ بہار آیا

پیتے ہوئے جھجکتے ہو فصلِ بہار میں
تم بھی نثار آدمی ہو کس خیال کے

بناؤ سنگار

تقدیر کس کی جاگی کس سے ہوا ہے وعدہ
کس کے لیئے بناؤ سرکار ہو رہا ہے؟

نکھرنے ہی سنورنے سے وہاں فرصت نہیں اُنکو
یہاں غسل و کفن سے مرنے والے نے فراغت کی — شفق رضوی

کہو تو۔ کیوں ہے یہ بننا سنورنا
مری جاں جان لوگے کیا کسی کی

خدا جانے یہ آرائش کریگی قتل کس کس کو
طلب ہوتا ہے شانہ آئینہ کو یاد کرتے ہیں — آتش

یہ عمر، یہ حسن اور ناز و ادا، اُس پر یہ سنگار اللہ اللہ
مستیِ نگہ اُف اُف کی جگہ، سینہ کا اُبھار اللہ اللہ — اکبر الہ آبادی

بھولا پن

اکبر الہ آبادی	بھولے پن سے پوچھتے ہیں تیری خاطر کیا کریں	اس محل پر رازِ دل ہم اُن سے ظاہر کیا کریں
رنجور عظیم آبادی	اُن کے بھولے پن کے صدقہ جائیے	کہتے ہیں مجھ سے تمہیں کیا کام ہے
وحشی	پوچھتے ہیں وہ شب وصل میں کیا ہوتا ہے	ہائے کس طرح بتاؤں جو مزا ہوتا ہے
امیر	بھولے پن سے دمِ رخصت یہ سوال اچھا ہے	ہاتھ سینہ پہ ہے کیوں دل کا تو حال اچھا ہے؟
	کبھی سمجھے نہ کوئی نا سمجھ ان بھولے بھالوں کو	سمجھتے ہیں یہی کچھ چاہنے والوں کی چالوں کو
بیخود دہلوی	الزام بھولپن کے اُس بدگمان پر ہیں	لاکھوں کے راز پنہاں جسکی زبان پر ہیں
	ایسا ہی تو نادان ہے جو بات نہ سمجھے	بن جاتا ہے وہ جان کے بھولا مرے آگے
رند	بہکا کے تم کو کوئی لگا لے نہ راہ پر	نکلے ہو آج گھر سے مری جان نئے نئے
داغ	وہ نادان۔ انجان بھولے ہیں ایسے	کہ سب شیوۂ دشمنی جانتے ہیں
مست بنارسی	بڑے بھولے بھالے بڑے صاف دل ہیں	ہمارا ہمیں سے گلا کرنے والے

بُلاوا

رند	تسلی ہووے کوئی دم تو جانِ مضطر کو	خدا کے واسطے مرتا ہوں آ گھڑی بھر کو
تجلی دہلوی	آج تو آپ سرِ شام چلے آئیں ضرور	لاکھوں وعدے ہیں مگر ایک تو سچا نکلے
اکبر الہ آبادی مرحوم	خدا کے واسطے تشریف لائیں آج ضرور	رہیں وہ دو ہی گھڑی پاس رات بھر نہ سہی
	منظور وہ کرنے لگے کیوں دعوتِ اکبر	خیر اس سے ہے کیا بحث ہم اصرار تو کرلیں
	اس طرف بھی آنکل اے چاند کی ٹکڑی کبھی	میرے ویرانہ میں بھی ہو جائے دم بھر چاندنی
غالب مرحوم	مہرباں ہو کے بلا لو مجھے چاہو جس وقت	میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں
جالب دہلوی	ہے مریضِ ہجر کا آنکھوں میں دم	آن چھوڑو۔ دیکھ جاؤ۔ آن کر

بہانہ ۔ عُذر ۔ حیلہ ۔ حوالہ

شب وصل پھر اُن کو سوجھا بہانہ — ڈوپٹہ کے آنچل سے سر باندھتے ہیں — نامعلوم

جو ملنے پہ آؤ بہانے بہت ہیں — جگہ جا بجا ہے ٹھکانے بہت ہیں — ″

کبھی مہندی کا ہی حیلہ کبھی سر میں ہے درد — روز لاتا ہے نیا رنگ بہانہ تیرا — ذاکر دہلوی

آتے میں شرط کیسی ہر بات صاف اچھی — کچھ فائدہ نہیں ہے ایجاں اگر مگر میں — ″

وعدہ کر جاؤ مرے دل کے بہلنے کے لیئے — سینکڑوں حیلے ہیں پھر وقت پہ ٹلنے کیلیئے — خلش

کہیں افطار کا حیلہ تو نہ ہو یہ حالی — آپ اکثر رمضاں ہی میں سفر کرتے ہیں — حالی

جھوٹی جھوٹی یہ تری باتیں بنانی کبتک — اپنے عاشق سے مری جان بہانے کبتک — یوسف

کبھی بیمار بنتا ہوں کبھی بے موت مرتا ہوں — بلاتا ہوں کسی کافر کو میں کس کس بہانے سے — قیصر دہلوی

یہ عبث کہتے ہو موقع نہ تہا اور گھات نہ تھی — مہندی پاؤں میں نہ تھی آپ کے برسات نہ تھی
کج ادائی کے سوا اور کوئی بات نہ تھی — دن کو آسکتے نہ تھے آپ تو کیا رات نہ تھی
بس یہی کہیئے کہ منظور ملاقات نہ تھی — نامعلوم

بغض ۔ حسد ۔ کینہ

آزاد ترے سینہ میں کینہ نہیں رکھتے — جس سینہ میں کینہ ہو وہ سینہ نہیں رکھتی — نامعلوم

بغض و حسد حرام ہے اپنے طریق میں — ملنا عدو سے جاں سے بھی ہے دوستانہ فرض — صبا لکھنوی

ہمیشہ قلب رکھتا ہوں صفا گرد کدورت سے — یہی مدِ نظر ہے دل کسی کا بھی نہ میلا ہو — ذاکر دہلوی

دل کے کینہ کا پتہ دیتی ہے وہ ٹیڑھی نظر — صاف جب ہو جائینگے سیدھی نظر ہو جائیگی — قیصر دہلوی

دل کی کدورتیں نہیں چھپتیں چھپائے سے — مجھ سے گلے ملے بھی تو منہ پھیر کر ملے — ″

کیا کہیں خاک کہیں کینہ وروں نے مارا — جانکر سیدہا سا بیچارہ مسلماں ہم کو — نامعلوم

۳۶۹۳

بیوفائی، بے اعتنائی، آنا کانی

ذوق — رنگت ہی نزاکت ہی لطافت ہی مگر حیف | اک بوئے وفا یہ گلِ رعنا نہیں رکھتے

بیمروت، بیوفا، تو باوفا کیونکر ہوا | خود غرض نا آشنا ہی۔ آشنا کیونکر ہوا

اکبر الہ آبادی — اُنھی کی بیوفائی کا یہ ہی آٹھوں پہر صدمہ | وہی ہوتے جو قابو میں تو کاہیکو یہ غم ہوتا

میرزا اسد اللہ غالب — ہم کو اُن سے وفا کی ہے اُمید | جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

احسن — وفادار بن لو تم آپ اپنے مُنہ سے | مجھے یاد ہیں سب جفائیں تمہاری

جب اتنی بیوفائی پر اُسے دل پیار کرتا ہی | تو یارب وہ ستمگر باوفا ہوتا تو کیا ہوتا

ریحاں — الفت پہ جسکی ناز تھا وہ بیوفا ہوا | کیا اپنے دلمیں سمجھے تھے ہم ہائے کیا ہوا

اختر — خوئے اُلفت نہ جسمیں بوئے وفا | اُس کو دل دیکے کیا کرے کوئی

اکبر میرٹھی — جس گل سے تھی اُمید چڑھائیگا لاکے پھول | گل کر گیا چراغ وہ میرے مزار کا

زار — اور کچھ ہم تمہیں کہیں نہ کہیں | بیوفا تو ضرور کہتے ہیں

رنجور عظیم آبادی — ساری دُنیا سے ہم انجان بنے بیٹھے ہیں | ہائے ہمسے وہی انجان بنے جنکے لیئے

داغ — کل تک تو آشنا تھے مگر آج غیر ہو | دو دن میں یہ مزاج ہی آگے کو خیر ہو

〃 — ہماری طرف اب وہ کم دیکھتے ہیں | وہ نظریں نہیں جنکو ہم دیکھتے ہیں

منشی امیر اللہ تسلیم — ایک دن بھی نہ ملیں شوق میں باہم آنکھیں | برسوں دیکھا کیئے ای شوخ تری ہم آنکھیں

اکبر الہ آبادی — میری جو پوچھتے ہو تو دیتا ہوں اُنپہ جان | اُن کا یہ حال ہی کہ ادہر دیکھتے نہیں

ہمدم اکبر آبادی — اُمیدِ وفا اُس سی ہمدم عبث ہے | وہ کسی کا ہوا ہے، نہ ہو گا کسی کا

ذاکر دہلوی — کترا کے نکل جاتے ہو کیوں راہ میں ہمسے | عاشق ہیں تمہارے کوئی رہزن تو نہیں ہم

مفتون دہلوی — جنابِ شیخ کیوں رندوں سے کتراتے ہیں رستہ میں | مسلماں ہو کے رکھتے ہیں وہ شیوہ آنا کانی کا

غالب مرحوم — بیٹنیں میں گزرتے ہیں جو کوچہ سے وہ میرے | کندھا بھی کہاروں کو بدلنے نہیں دیتے

بدگمانی

صحبت میں غیر کی نہ پڑی ہو کہیں یہ خو — دینے لگا ہے بوسے بغیر التجا کیے — غالب مغفور

تمہیں میری محبت کی قسم سچ سچ بتا دینا — گلے میں ڈالکر باہیں منانا کس سے سیکھا ہے

دمبدم کہہ بیٹھنا بس جاؤ اپنے اُنکے پاس — کیوں نہیں جاتی ہے اب تک بدگمانی آپکی — انشاء مرحوم

حال وصل غیر کا اُس شوخ سے کیا پوچھیے — یا تو یہ ہوگا کہ 'ہوگا'، یا یہ ہوگا۔ ہوگیا — تولاؔ

ہم پہ بہتان اور کی اُلفت کے ہیں — کے ترے سر کی قسم کھاتے ہیں ہم — نامعلوم

بگڑتے کیوں ہو اتنے آپ میری بدگمانی پر — محبت دلمیں ہوتی ہے تو کھٹکا ہو ہی جاتا ہے — مائل دہلوی

ذکر رشک عدو پہ فرمایا — وہم کی کیا دوا کرے کوئی — اختر

مجھ میں کیا باقی ہے جو دیکھے ہے تو آنکے پاس — بیوفا وہم کی دارو نہیں لقمان کے پاس — ذوق مغفور

بدمزاجی ، بدزبانی

خدا نے نیک صورت دی تو سیکھو نیک باتیں بھی — بُری ہوتے ہو اچھے ہو کے یہ کیا بدزبانی ہے — امیر مینائی رح

الٰہی دیکھیے کیونکر نباہ ہوتا ہے — زباں دراز ہوں میں اور بدزباں صیاد — رند لکھنوی

تمہاری بدمزاجی سے ہمیں کیونکر نہ خوف آئے — مثل مشہور ہے صاحب بُری سے سب ہی ڈرتے ہیں — داغ دہلوی

بُرا اگر نہ مانو تو سچ سچ میں کہدوں — تم اچھے بُری بدزبانی تمہاری — نامعلوم

محبت ہمنے چھوڑی جب بڑھی تکرار آپسمیں — کیا کوتاہ سب جھگڑا زبانو نکی درازی نے — رشک لکھنوی

ہر اک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے — تمہیں کہو کہ۔ یہ انداز گفتگو کیا ہے — غالب مغفور

کم بخت، بدنصیب کے ہمراہ تو بھی ہے — دو حرف بڑھ گئے ہیں ہمارے خطاب میں — راسخ دہلوی

فقیر عشق ہوں کیا دوں گالیوں کا جواب — مرا تو کام ہے اے بدزباں دعا دینا — تسلیم لکھنوی

گرمی سہی کلام میں لیکن نہ اس قدر — کی جس سے بات اُسنے شکایت ضرور کی

بے ثباتی دُنیا

امیر مینائی: پھول ای بلبل نہ پھولوں پر دو روزہ ہی بہار ❊ ایک جھونکے میں ہوا سب رنگ و بو ہو جائیگا

خنجر: گل اپنے رنگ و روپ پہ پھولا ہوا ہے کیا ❊ دو دن کی ہی بہار ہمیشہ دھرا ہے کیا

نامعلوم: حُسن اکدن ای حسینو بے نشاں ہو جائیگا ❊ غیرتِ شمشاد قد۔ رشکِ کماں ہو جائیگا

ریاض: حاصل اگر ہوئی بھی تو حاصل نہیں ہی کچھ ❊ بے اعتبار چیز ہے دُنیا کہیں جسے

مست بنارسی: کیا دل لگائیں گلشنِ عالم ہے بے ثبات ❊ آئے ہیں چار دن کیلیئے اس چمن میں ہم

نامعلوم: { چمن کے تخت پر جبدن شہ گل کا تجمل تھا قطعہ ❊ ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اک شور تھا غل تھا
خزاں کے دن جو دیکھا کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں ❊ بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ یہاں گُل تھا }

ذھین: زندگانی کا زمانہ میں بھروسا کیا ہے ❊ جز فنا ہونے کے انسان میں رکھا کیا ہی

اکبر میرٹھی: نہ ہم ہونگے، نہ تم ہوگے کسی دن ❊ زمیں کہتی ہے رو کر آسماں سے

سائل دہلوی: حقیقت پر نظر کرتا ہوں جب دُنیائے فانی کی ❊ بہاریں خاک میں ملجاتی ہیں سب زندگانی کی

بیخودی

ریاض: دل کو وہ بیخودی ہے کہ کچھ بھی اثر نہ ہو ❊ آنکھوں میں تم پھرو بھی تو ہم کو خبر نہ ہو

داغ: محو و بیخود ہیں نہیں کچھ دین و دُنیا کی خبر ❊ داغ ایسا دل لگانا کوئی تم سے سیکھ جائے

خاکر دہلوی: بیخودی ہو تو ہے آسان وصالِ محبوب ❊ عقل اور ہوش کو اک بیچ کا پردا جانا

مفتون دہلوی: مست مولا ہوں میں ای مفتوں وہ غفلت ہی مجھے ❊ کیسی دُنیا۔ کسکی عقبے سب سے فرصت ہی مجھے

بیدم اکبرآبادی: خودی میں جب نہو کوئی تو پھر کیا خاک بتلائے ❊ کہ حسرت کیا بلا ہی آرزو کیا چیز ہوتی ہی

تسلیم لکھنوی: ہجومِ بیخودی میں اب کہاں پاسِ ادب ہمکو ❊ جو اُٹھے بے طرح اُٹھے جو بیٹھے بے محل بیٹھے

بیخود دہلوی: بیخودی میں بھی نہیں بھولے اسے ❊ واہ کیا کہنا ہماری یاد کا

بیماری الفت ۔ مرضِ عشق ۔ طبیب ۔ عیادت

دکھادیں تم کو کیسا عشق کا آزار ہوتا ہے ۔۔۔ کلیجہ تھام لوگے دیکھکر بیمار کی صورت ۔۔۔ شفق رضوی

اُس مرض کو مرضِ عشق کہا کرتے ہیں ۔۔۔ نہ دوا ہوتی ہے جس کی نہ دعا ہوتی ہے ۔۔۔ ″

زندگی خضر و مسیحا کی نہ کیونکر ہوتی ۔۔۔ روگ اُلفت کا نہ تھا عشق کا آزار نہ تھا ۔۔۔ رفاقت

درد ہے جاں کے عوض ہر رگ و پے میں ساری ۔۔۔ چارہ گر ہم نہیں ہوئیں گے جو درماں ہوگا ۔۔۔ غالب مرحوم

نبض بیمار جو اے رشکِ مسیحا دیکھی ۔۔۔ آج کیا آپ نے جاتی ہوئی دُنیا دیکھی ۔۔۔ اسیر لکھنوی

ہوئی صورت نہ کچھ اپنی شفا کی ۔۔۔ دوا کی مدتوں برسوں دعا کی ۔۔۔ رمز دہلوی

اُن کے دیکھے سے جو آجاتی ہے مُنہ پر رونق ۔۔۔ وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے ۔۔۔ غالب مرحوم

وہ عیادت کو مری آتے ہیں لو اور سُنو ۔۔۔ آج ہی خوبیِ تقدیر سے حال اچھا ہے ۔۔۔ داغ دہلوی

ہو خیر یا رب اکبرِ آشفتہ حال کی ۔۔۔ سرجن رقیب اور دوا اسپتال کی ۔۔۔ اکبر الہ آبادی

طبیبوں کا احسان کیونکر نہ مانوں ۔۔۔ مجھے مار ڈالا دوا کرتے کرتے ۔۔۔ بینظیر وارثی

کتنے بیدرد اس زمانہ کے اطبا ہیں امیر ۔۔۔ حال بیماروں کا سُنتے ہیں فسانے کی طرح ۔۔۔ امیر مینائی رح

شربتِ وصل تو لکھا ہی نہیں نسخہ میں ۔۔۔ اے طبیبو تمہیں کیا خاک دوا آتی ہے ۔۔۔ مبین

بُت ۔ بُتخانہ

بے عیب کوئی ذات خدا کے سوا نہیں ۔۔۔ بُت تھے مزے کی چیز۔ مگر باوفا نہیں ۔۔۔ جلیس

میں ایک شرط پہ زاہد وہ بُت دکھاتا ہوں ۔۔۔ کہیں نہ پوجنے لگنا اُسے خدا کے لیئے ۔۔۔ ملک الکلام قوی

ہنس دیتے ہیں بت سُنکے یہ اکبر کا لطیفہ ۔۔۔ جب آپ کے درشن ہیں تو پھر پاپ بھی پُن ہے ۔۔۔ اکبر الہ آبادی

دیکھیئے اللہ کی یہ قدرتیں ۔۔۔ سنگ سے بُت۔ بُت سے خدا ہوگیا ۔۔۔ رشک

بُت خانہ میں بھری ہوئی خلقت خدا کی ہے ۔۔۔ بُت بھی خدائی کرتے ہیں قدرت خدا کی ہے ۔۔۔ عباس

بیقراری۔ بےچینی۔ بیتابی

وقت دو مجھ پر کٹھن گذرے ہیں ساری عمر میں — آپ کے آنے سے پہلے آپ کے جانے کے بعد

سیماب ہے پہلو میں مرے دل تو نہیں یہ — اس دل نے ستایا مجھے غارت ہو کہیں یہ — مومن دہلوی

آج پہلو میں ہمارے دلِ ناشاد نہیں — کس کو دے آئے کہاں بھول اٹھے یاد نہیں

ضبط نالہ کو کروں ہر دم کہ روکوں آہ کو — مجھ سے اب چھپتی نہیں کب تک چھپاؤں چاہ کو — تمنا

جاتی نہیں یہ جان نہ آتی ہے مجھ کو کل — کیسی یہ چوٹ ہے مرے دل پر لگی ہوئی — مس گوہر جان

چین آتا ہی نہیں دم بھر فراقِ یار میں — کب تلک تڑپا کروں میں یا الٰہی کیا کروں

جب سنتے ہیں کہ ہمسایہ میں آپ آئے ہوئے — کیا در و بام پہ ہم پھرتے ہیں گھبرائے ہوئے — جرأت

موت آجائے الٰہی کہ وہ یار آجائے — کسی پہلو دلِ مضطر کو قرار آجائے — ملک الکلام تقی

اک یہاں جینے سے بیزار ہمیں ہیں یارب — یا اسی طرح سے سب عمر بسر کرتے ہیں — حالی مرحوم

میری یہ بےچینیاں، اور اُن کا کہنا ناز سے — ہنس کے تم سے بول تو لیتے ہیں اور ہم کیا کریں — اکبر الٰہ آبادی

بےبسی۔ بےکسی۔ مجبوری

کون ایسا ہے بھلا اُسکا جگر دیکھیں تو — یار ہو سامنے۔ دیکھے نہ اُدھر دیکھیں تو — نامعلوم

ہر کام ہے دوسرے کے بس میں — اللہ رے بےبسی بشر کی ! — ؍؍

میں اُڑ نہ جاؤں گا لیکر ترا قفس صیاد — جو پھڑ پھڑاؤں ذرا بھی تو پر کتر لینا — ناطق الملک صفی امروہوی

دست صیاد میں ہوں، خاک اُڑوں کیا بولوں — قینچی گردن میں جدا چٹکی میں منقار جدا — بیخود دہلوی

سوچا تھا دل میں اب نہ ملینگے کسی سے ہم — پر کیا کریں کہ ہو گئے لاچار جی سے ہم — مومن دہلوی

ہوش ہی جاتے رہیں تو آدمی کیا کر سکے — دیکھ لوں جب اچھی صورت میں کروں تو کیا کروں — داغ

دل کو خود چھیڑے جو وہ ترچھی نظر تو کیا کروں — چین سے رہنے نہ دے دردِ جگر تو کیا کروں — اکبر الٰہ آبادی

پریشانی

مٹ جائے بیکلی مری دورِ اضطراب ہو	دل لیکے جاں بھی لیلو تو دونا ثواب ہو	زیبا۔ کوٹی
عشق میں عیش کے بدلے یہ تباہی کیسی	پھنس گئی جان مصیبت میں الٰہی کیسی؟	داغ
ہمتو سمجھے تھے کہ راحت سی بسر ہوجائیگی	کیا خبر تھی، یہ محبت دردِ سر ہوجائیگی	نامعلوم
کچھ پریشانی بھی گویا اختیاری بات ہے،	بیٹھے بیٹھے دل نے جب چاہا پریشاں ہوگیا	بیخود۔ دہلوی
عشقِ گیسو میں نہ پوچھو کچھ پریشانی کا حال	ہیں عجب اُلجھن کی راتیں ہیں عجب اُلجھن کے دن	ملک الکلام نوحؔ
سوزِ جگر کو۔ دیدۂ پُر نم کو دیکھیے	ان آفتوں کو دیکھیے اور ہم کو دیکھیے	نامعلوم
افسردہ دل کیواسطے کیا چاندنی کا لطف	لپٹا پڑا ہے مُردہ سا گویا کفن کے ساتھ	ذوق
اپنی نظر میں ہیچ ہے سارے جہاں کی سیر	دل خوش نہو تو کس کا تماشا۔ کہاں کی سیر	داغ دہلوی
سینکڑوں صدمے۔ ہزاروں درد۔ لاکھوں آفتیں	ایک میری جان یا اللہ کس مشکل میں ہے	

پشیمانی

ایک ہم ہیں کہ ہوئے ایسے پشیمان کہ بس	ایک وہ ہیں کہ جنہیں چاہ کے ارماں ہونگے	مومن دہلوی
کہیں کیا ہم یہ جو صدمے گزرتے ہیں گزرتے ہیں	لگایا جس گھڑی دل اُس گھڑی کو یاد کرتے ہیں	نامعلوم
پیش آئے رنج وہ کہ نہ دیکھے تھے خواب میں	یارب میں دل لگا کے پڑا کس عذاب میں	قیصر دہلوی
دُنیا میں ہم جو آئے تو کیا کام کر چلے	ناحق ہم اپنے نام کو بدنام کر چلے	خان
کیا کہیئے کس طرح سے جوانی گزر گئی	بدنام کرنے آئی تھی، بدنام کر گئی	داغ
کس خوشی میں ہائے کیسا رنج پھیلا کیا کروں	کیا خبر تھی ہنستے ہنستے وہ خفا ہو جائیگا	بیخود دہلوی
معلوم جو ہوتا ہمیں انجامِ محبت	لیتے نہ کبھی بھول کے ہم نامِ محبت	ذوق مغفور
عشق میں کمتر ہنسے اور بیشتر رویا کیئے	ایک شب کا لطف برسوں یاد کر رویا کیئے	شہیدی

پیری

داغ	ہوا زمانۂ پیری عذاب میں داخل	جوان تھے تو جوانی تھی خواب میں داخل
ریاض	موت سے بدتر بڑھاپا آئے گا	جان سے اچھی جوانی جائے گی
ذوق مرحوم	لحد کو چاہیئے یوں پیر پشت خم دیکھے	سرا کو جیسے تھکا اونٹ دمبدم دیکھے
مصحفی دہلوی	دن جوانی کے گئے موسم پیری آیا	آبرو خواب ہے اب وقت حقیری آیا
گستاخ رامپوری	کبھی وہ دن تھے تمہارا کہیں جواب نہ تھا	اور اب تو ایسے ہو جیسے کبھی شباب نہ تھا
قیصر دہلوی	محبت شعرو یوں سے کریں اب کیا ضعیفی میں	زمانہ آگیا قیصر۔ خدا سے لو لگانے کا
خورشید	پیری میں بولے وہ کہاں ہیں شباب کے	اک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے
سیماب اکبر آبادی	ہر چیز پہ بہار تھی ہر شے پہ حسن تھا	دنیا جوان تھی مرے عہد شباب میں
عزیز	چھوٹتے ہی نہیں پیچھا مرا خوبان جہاں	گرچہ ہم پیر ہیں پر بخت جواں رکھتے ہیں
شفق دہلوی	شفق دن ڈھل چکا اب تک پڑے ہو خواب غفلت میں	سفیدی آئی بالوں میں لب بام آفتاب آیا
	ذکر طفلی و جوانی یوں ہے پیری میں شفق	جیسے غفلت کی کہانی یا فسانہ خواب کا

پارسائی

اکبر الہ آبادی	ہو کے مقروض مغاں کی ترک ہم نے میکشی	تنگدستی کا بھلا ہو۔ پارسا ہونے لگے
صمد	ایک کافر پہ طبیعت آگئی	پارسائی پر بھی آفت آگئی
مصحفی دہلوی	وضع صفی نہ پوچھو اک رند پارسا ہے	لب پر صنم صنم ہے دل میں خدا خدا ہے
شفق دہلوی	اگر نبھ جائے ہم رندوں میں ہر خوب ہے زاہد	یہ غرہ پاکبازی کا، یہ دعویٰ پارسائی کا
ذاکر	ملا ہے تم سے ملکر یہ نتیجہ آشنائی کا	بہا ہو ہو کے پانی خون اپنی پارسائی کا
نسیم	یہ کب تک پارسائی عاشقوں سے؟	محبت ہو تو پھر ہم سے حیا کیا

پردہ

رُخ کو پوشیدہ عبث ماہ لقا کرتے ہیں — اچھی صورت کو چھپاتے ہیں بُرا کرتے ہیں
مُنہ چھپانا تھا تمہیں پہلے ہی روز — اب کیا پردہ تو کیا پردہ کیا
لیجاؤں جب بہشت میں اُس حور وش کو میں — پہلے فرشتہ دور سے پردہ پکار دے — داغ
دل میں آجاؤ کہ ہے یہ گھر تو پردہ کا مکاں — ہمنے آنکھیں بند کرلیں آؤ پردہ ہو گیا — بیخود دہلوی
لکھا ہوا تھا یہ اُس مہ جبیں کے پردہ پر — نہیں ہے کوئی اب ایسا زمیں کے پردہ پر — شوق
نکلو پردہ سے تمہیں جلوۂ پنہاں کی قسم — ہم نہ دیکھیں گے تمہیں دیدۂ حیراں کی قسم — وفا رامپوری
پردہ والوں سے یہ خواہش کہ اُٹھائیں پردہ — اُٹھ گیا آنکھ سے اب لوگوں کی پردہ کیسا — ریاض
بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بی بیاں — (قطعہ) اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو اُن سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا — کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا — اکبر الہ آبادی
کسی نے آجتک دیکھا نہیں یہ دلنشیں ایسی — مگر ہر شے میں جلوہ گر ہے وہ بے پردگی ایسی — ملک الکلام قوی ہروی

پان

گھر بُلا کر خاطریں کیا خوب کیں مہمان کی — لاکھ ٹکڑوں سے دی ہے اک گلوری پان کی
مرجائے ایک دم میں لہو تھوک کر رقیب — مُنہ میں ہمارے مُنہ سے جو اک پان لیجئے — نامعلوم
وہ ایسے ریش والے کو بھلا کب پان دیتے ہیں — جنابِ شیخ ناحق اس ہوس میں جان دیتے ہیں — اکبر الہ آبادی
سمجھ لیا ہے کریگا وہی کسی دن قتل — گلوری پان کی دی جسنے مسکرا کے مجھے — نامعلوم
اس قدر اچھا نہیں ہے اجتناب — نوش کیجے پان حاضر ہے جناب
ہر طرح دلشاد ہوں مسرور ہوں — پان کھا کر آپکا مشکور رہوں
کہتا نہیں کہ پان رقیبوں کو تو نہ دے — اتنا لحاظ کر کہ مرے روبرو نہ دے — اسیر لکھنوی

پیغامبر، قاصد، پیام، سلام!

نامعلوم — روکے اُس شوخ سے قاصد مرا رونا کہنا
ہنس پڑے اُس پہ تو پھر حرفِ تمنّا کہنا

ذکی — کہنا پیامبر کہ فراموش ہے کیا
وعدہ بھی کچھ کیا تھا کسی بیقرار سے

نامعلوم — قاصد چلا تو ہے خبرِ یار کے لیئے،
اتنا رہے خیال، کہ آنکھوں میں جان ہے

ناظر — نہ لکھو غیر کے خط میں سلامِ شوق عاجز کو
سلام ایسی عنایت کو عنایت اپنی رہنے دو

نامعلوم — اس پتہ سے ڈھونڈیو قاصد مرے دلدار کو
چشمِ نرگس چال متوالی۔ شباب آنے کو ہے

قائم چاندپوری — مرا پیغامبر طرزِ ادائے ناز کیا سمجھے
خدا جانے یہ کیا بہکے وہ مستِ ناز کیا سمجھے

بیخود دہلوی — دوست کی دھوکہ میں اُسنے دیدیا دشمن کو خط
نامہ بر کیسا مرا آنکھوں کا اندھا ہو گیا

ذاکر دہلوی — بہکی بہکی آکے باتیں کر رہا ہے مُنہ سے وہ
نامہ بر آیا ہے اُنکا کیا کہیں پیکر شراب

قوی — مزا جب تھا کہ میرے مُنہ سے سُنتے داستاں میری
مرا قاصد کہاں سے لائیگا یارب زباں میری

پابندی وضع، خودداری

ذوق — نہ پکڑیں دامنِ الیاس گردابِ بلا میں ہم
کہ بدتر ڈوبکر مرنے سے جینا ہے سہارے کا

قوی — دُشنام دشمنوں کو مبارک ہوں اَمدن
عاشق میں آ چکا ہوں مگر آبرو پسند

نامعلوم — ہم بھی بدلے جو مزاجِ بتِ بدخو بدلا
سو رہے پھیر کے مُنہ اُسنے جو پہلو بدلا

نامعلوم — میں وضع کا پابند ہوں گو جان بھی جائے
جب کوئی بُلانے نہیں آتا۔ نہیں جاتا

بیخود دہلوی — عاشق ہیں مگر عشق نمایاں نہیں رکھتے
ہم دل کی طرح چاک گریباں نہیں رکھتے

امیر — کسی رئیس کی محفل کا ذکر کیا ہے امیر
خدا کے گھر بھی نہ جائینگے بے بُلائے ہوئے

نامعلوم — ترک ہو جائے اب اُس سے کہ ملاقات رہے
دم نکل جائے بلا سے یہ مری بات رہے

نامعلوم — مثالِ تارِ دوتارہ الگ ہم سب سے رہتے ہیں
ذرا چھیڑے سے ملتے ہیں ملالے جسکا جی چاہے

تصویر

میں سمجھ کر نقشِ دفعِ اضطرابِ اضطرار	دل میں رکھ لیتا ہوں اپنے یار کی تصویر کو	صبحی نقوی
جب بیاں کی ہے تمنا عاشقِ دلگیر نے	کن بُری نظروں سے دیکھا ہے تری تصویر نے	بیخود دہلوی
تصویر کیوں دکھائیں تمہیں نام کیوں بتائیں	لائے ہیں ہم کہیں سے کسی بیوفا کی ہے	
دیکھ لے نقشہ اگر اُس عالمِ تصویر کا	تو تو کیا زاہد۔ دل آئے اُسپہ تیری پیر کا	خاص
آپ کے کہنے سے ناصح پھینک دوں تصویرِ یار	اور دل کو دوں تسلی آپ کا سر دیکھکر	گستاخ امیوری
شبیہ مدِ نظر ہے کس کی کہ کوئی پوری نہیں اترتی	مٹا دیے صانعِ ازل نے ہزاروں نقشے بنا بنا کر	امیر مینائی
تری تصویر میں یہ بات تجھ سے بھی نرالی ہے	کہ جتنا چاہو چمٹا لو۔ نہ جھڑکی ہے نہ گالی ہے	نامعلوم
آپ کی تصویر سے یوں جی تو بہلائینگے ہم	عرضِ مطلب پر مگر مُنہ تک کے رہجائینگے ہم	ملک الکلام قوی الحزبی
بات کرتی نہیں لیتی ہے چٹکی دل میں	یہ تو ہے آپ کی تصویر میں اک بات نئی	داغ مرحوم

تصورِ خیال

ہم بند کیے آنکھ، تصور میں پڑے ہوں	اتنے میں کوئی چھم سے جو آجائے تو کیا ہو	نامعلوم
ہمیں تو رات دن صاحب تمہارا خیال رہتا ہے	تمہیں بھی ہم کبھی ای بندہ پرور یاد آتے ہیں	
تصور سے تمہارے دلکو تسکین دے ہی لیتے ہیں	تم آؤ یا نہ آؤ کام اپنا ہو ہی جاتا ہے	مائل دہلوی
کون لیجائے مجھے اُس بیخبر کے سامنے	راتدن رہتا ہے جو میری نظر کے سامنے	بینظیر شاہ وارثی
نہ دیکھا اُنکو میں نے تو لگی تہمت تصور کی	اب آنکھیں بند کرنا بھی نظربازی میں داخل ہے	ملک الکلام
ملتا ہے شبِ ہجر تصور سے سہارا	کی آنکھ ادھر بند اُدھر وہ نظر آئے	قیصر دہلوی
دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ راتدن	بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیے ہوئے	غالب مغفور
پھر وہی بیباکیاں پہلی سی دکھلانے لگے	پھر مجھے چھیڑا تصور میں مرے آنے لگے	

جنون، وحشت، سودا، دیوانگی

بےنظیر وارثی	بعد میرے ایک بھی مجنوں نظر آتا نہیں	کس کے سر ماروں میں اپنے پاؤں کی زنجیر کو
ذوق	میں وہ مجنوں ہوں کہ مجنوں بھی ہمیشہ خط میں	قبلۂ و کعبہ لکھا کرتا تھا القاب مجھے
قوی	جن کو اک دنیا سمجھتی ہے گل و گلشن کے دن	ہیں وہ ہم وحشت زدوں کے چاکِ پیراہن کے دن
بیخود دہلوی	یہ جوشِ جنوں رنگ لانے لگا	گریباں تک اب ہاتھ جانے لگا
جلیل مانکپوری	ایکدن دیکھی تھی اُسنے وحشتِ مجنوں کی سیر	پھر تو لیلےٰ خود تماشا تھی تماشائی نہ تھی
رند لکھنوی	سودائیوں نے عشق میں کرتے ہیں مشورے	جیسے ہیں آپ ویسے ہمارے مشیر ہیں
نظیر اکبرآبادی	باغ میں لگتا نہیں صحرا سے گھبراتا ہے دل	اب کہاں لیجا کے بیٹھیں ایسے دیوانہ کو ہم
مفتون دہلوی	بہار آئی دکھائے دستِ وحشت ہاتھ سیدھے	نہ دامن میں رہی دھجی نہ اک تار اب گریباں میں
مضطر خیرآبادی	جنوں کے جوش میں انسان سوا ہو ہی جاتا ہے	گریباں پھاڑنے سے فاش سودا ہو ہی جاتا ہے
عیش	یہی وحشت ہے تو اکدن لگا کر آگ گلشن میں	پڑے ہونگے لپیٹے منہ کسی صحرا کے دامن میں

جنازہ، لاش

قیصر دہلوی	دیکھ لیجے چل کے اپنے چاہنے والے کی نعش !	آپ فرماتے تھے ایسے کو قضا آتی نہیں
"	اگر ہمراہِ میت دو قدم تو ساتھ آجاتا	شہیدِ ناز لے قاتل دعا دیتا چلا جاتا
نامعلوم	کوٹھے پہ وہ جو چھپ گئے تابوت دیکھکر	ہم بھی کفن سے منہ کو چھپائے چلے گئے
ذاکر دہلوی	اُن کی گلی میں جسدم میرا گیا جنازہ	حسرت سے دیکھتے تھے پردہ اُٹھا اُٹھا کر
ناسخ لکھنوی	دیا میرے جنازہ کو جو کاندھا اُس پریرو نے	گماں ہے تختۂ تابوت پر تختِ سلیماں کا
مومن دہلوی	خوشی نہ ہو مجھے کیونکر قضا کے آنے کی	خبر ہے لاش پہ اُس بیوفا کے آنے کی
یوسف	یہ رواروی سے جنازہ کی ہمیں ثابت ہوا	منہ اٹھائے ہم چلے جاتے ہیں منزل کی طرف

چھیڑ چھاڑ۔ مذاق

ہمنے بھی ان حسینوں کو چھیڑا ہے اسقدر	ایسا نہیں کوئی جو ہمیں کو ستا نہ ہو	ریاض
ہمنے مانا کچھ نہ ہوگا نالہ و فریاد سے	چھیڑ تو لیکن رہیگی اُس ستم ایجاد سے	ملک الکلام قوی
حضرت زاہد ہماری چھیڑ کی عادت ہیں	گدگدی ہوتی ہے دلمیں پارسا کو دیکھکر	داغ
مجکو مزا ہے چھیڑ کا دل مانتا نہیں	گالی سُنے بغیر ستمگر کہے بغیر	"
سُنا کرتے ہیں چھیڑ کر گالیاں ہم	وگرنہ کوئی سر پھرا ہے کسی کا	"
جی چاہتا ہے چھیڑ کے ہوں اُنسے ہمکلام	کچھ تو لگیگی دیر سوال و جواب میں	"
ہم سے کھل جاؤ بوقت مے پرستی ایکدن	ورنہ ہم چھیڑینگے رکھکر عذر مستی ایکدن	غالب مغفور
بننے۔ بگڑنے۔ روٹھنے۔ ہنسنے میں لطف ہے	جبتک کہ چھیڑ چھاڑ نہو کچھ مزا نہیں	شہیر
عجیب لطف کچھ آپس کی چھیڑ چھاڑ میں ہے	کہاں ملاپ میں وہ بات جو بگاڑ میں ہے	انشا
پُرلطف رنجشیں ہیں بُت خورد سال کی	کرتا ہوں چھیڑ چھیڑ کے باتیں ملال کی۔	مفتون
خیال اور کچھ اے رشک حور ہوتا ہے	خطا معاف ہو مجھ سے قصور ہوتا ہے	[illegible]
کیا مدِ نظر تم کو ہے یار و سنے تو کہیے	گر منہ سے نہیں کہتے اشارو سے تو کہیے	ذوق
کلیجا کوئی تھام کر رہ گیا ہے	اُدھر جانیوالے۔ ادھر دیکھ لینا	جلال لکھنوی
منہ موڑ کے جاتے ہو کہاں دیکھ تو لو تم	مرتا ہے کوئی عاشق دلگیر ادھر بھی	ہمدم اکبرابادی
کیا قہر ہوگیا جو کہیں ہاتھ چھو گیا	یہ جرم پھر معاف بھی ہوگا کسی طرح	بیخود دہلوی
کہو گے جو کچھ تو سنو گے بھی رند	ہنسی میں تو شاہ و گدا ایک ہے	رند لکھنوی
چھیڑ ہر وقت کی اچھی نہیں یہ یاد رہے	کبھی کیسی ہے کبھی اپنی طبیعت کیسی	داغ دہلوی
دل جلوں سے دل لگی اچھی نہیں	رونیوالوں سے ہنسی اچھی نہیں	ریاض
وصل میں چھیڑا تو جھنجھلا کر کہا	خاک پڑ جائے تمہارے پیار میں	قوی

جذبِ دل

مومن دہلوی	جذبِ دل زور آزمانا چھوڑ دے	پائے نازک کا ستانا چھوڑ دے
نامعلوم	جذبِ دل اپنا سلامت ہی تو انشاء اللہ	کچے دھاگے سے چلے آئینگے سرکار بندھے
حیران	آؤگے تھام کر کلیجے کو	جذبۂ دل اگر سلامت ہے
داغ دہلوی	لاش پہ وعدہ اُسے کھینچ کے ای جذبۂ دل	حیلہ جو پاؤں میں مہندی نہ لگانے پائے
؍؍	اثر ہے جذبِ الفت میں تو کھنچکر آہی جائینگے	ہمیں پروا نہیں ہمسی اگر وہ تنے بیٹھے ہیں
خیال	دکھادینگے کسی دن بے بلائے کون آتا ہی	بتادینگے کہ جذبِ عشق کی تاثیر ایسی ہی
نامعلوم	عشقبازی نہ ہوئی یہ بھی کوئی کھیل ہوا	ہم بھی دیکھیں ہمیں تو بھول تو جا۔ یاد نہ کر
غالبؔ مرحوم	خدایا جذبۂ دل کی مگر تاثیر اُلٹی ہے	کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھنچتا جائے ہی مجھسے
شفق عمادپوری	در تک وہ آچکے تھے مگر آکے پھر گئے	اے جذبِ دل اثر میں کہاں پر کمی ہوئی
بیخود دہلوی	بُرا ہو جذبِ دل تیرا۔ کیا کیا تونے ای ظالم	وہ کیسے مضطرب ہو کر مرے سینے سی آلپٹے
مفتون دہلوی	اے جذبۂ دل آج کشش اپنی دکھادے	آجائیں وہ دل تھامے ہوئے خود مری گھر میں
مست بنارسی	لڑے ہیں آج اُنسے جذبِ دل کے آزمانیکو	نجائینگے وہ جبتک خود نہ آئینگے بلانے کو
قوی ملک الکلام	لے آئے اُنہیں کھینچکے دم بھر کو مرے پاس	کیا اتنا بھی تجھ سے کششِ دل نہیں ہوتا

جرم، جزا، سزا

نادر شاہجہانپوری	رہگذر میں شیخ رُسوا کر نہ بہرِ میکشی	جو خطا پردہ میں ہو اُسکی سزا پردہ میں ہو
مفتون دہلوی	جیتے جی پائیں سزا ہم جو بداعمالیوں کی	کیوں نہ محشر ہو بپا۔ روزِ جزا سے پہلے
اکبر الہ آبادی	سو جان سے ہو جاؤں گا راضی میں سزا پر	پہلے وہ مجھے اپنا گنہگار تو کرلیں!
قوی امروہوی	التجائے وصل پر وہ دے رہے ہیں گالیاں	جُرم ہم کرنے نہ پائے تھے، سزا پانے لگے

چالبازی، عیاری

گنو نہ آپ کو تم اتنے ہوشیاروں میں	ہزاروں دیکھے ہزاروں دکھائے بیٹھے ہیں	اشک بلند شہری
نہ چلو بند سے ہر مرتبہ فقرا، دیکھو	اک ذرا ہوش سنبھالو۔ ابھی دُنیا دیکھو	نامعلوم
ہم کب آتے بھلا فریب میں ہیں	تم سے لاکھوں ہماری جیب میں ہیں	״
دیکھنا ٹک یاد ہیں ہمکو بھی کیا عیاریاں	تیری خاطر کرتے ہیں غیروں کی خاطر داریاں	جرأت
صنم خانہ سے بیخود کا اُکھڑنا ہی بہت مشکل	بتوں کیساتھ اُسنے گانٹھ رکھا ہی برہمن کو	بیخود۔ دہلوی
سیکھے ہیں مہ رخوں کیلئے ہم مصوری	تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیئے	غالب مرحوم
بچانا حضرت زاہد کے تسبیح و مصلّے پر	بڑے چلتے ہوئے حضرت ہیں انکو ہم سمجھتے ہیں	قیصر دہلوی
دہوکے سے بُلا کر جو ملا تہا تو وہ ابتک	جب ملتے ہیں کہتے ہیں دغا باز کہیں کا	مضطر خیر آبادی
جو سویا بھی تو یوں سویا بت عیار پہلو میں	کہ رکھکر شب کو تکیہ کھینچ لی دیوار پہلو میں	داغ
بھولے ہی بنکے کام نکلتا ہے گاہ گاہ	بنجاتے ہیں ہم آپ ہی ناداں کبھی کبھی	״
ہر چند داغ ایک ہی عیار ہے مگر	دشمن بھی تو چھٹے ہوئے سارے جہاں کے ہیں	״
اُسے غیروں سے بھڑکاتے ہیں اپنا رام کرتے ہیں	کسی کے کام سے کیا کام اپنا کام کرتے ہیں	نامعلوم
دُہرا مکان بنایا ہی رہنے کو یار نے	جب میں گیا اِدھر۔ وہ اُدہر سے نکل گیا	״
آپ ہی لگائیں، آپ ہی بجھائیں آپ ہی کریں بہانہ	جو آگ لگا پانی کو دوڑیں ان کا کیا ہے ٹھکانہ	
کہہ گئے ہیں کہ ذرا بیٹھے ہم آتے ہیں	چال دیکر وہ لئے ہیں دم رخصت کیسی	دانش
کر گئے چال قیامت کی قیامت میں یہ ہم	کرلیا غیر کو فریاد میں شامل اپنا	بیخود۔ دہلوی
محبت بدلہ لینے دے تو بدلہ آج ہم لیلیں	تمہارے راگ کا پٹی کا۔ دہوکے کا۔ بہانہ کا	قیصر دہلوی
وہ شوخ چالبازیوں سے چوکتا ہے کب	غیروں پہ جو نہ چل سکی وہ ہمسے چال کی	مفتوں دہلوی
بہانہ گھر کا مرے۔ قصد محفل دشمن	خدا کے واسطے ایسی نہ چال چلکے چلو	مسٹر غلام جیلانی تسنیم امروہی

حیا، حجاب، شرم

بیخود دہلوی — منہ پھیر کر وہ کہتے ہیں بس مان جائیے / اس شرم اس لحاظ کے قربان جائیے

آزاد — دل میں تم آنکھوں میں تم چھپتے ہو پھر کس واسطے / تم کو شرم آتی نہیں عاشق سے شرماتے ہوئے

نظام — دینا وہ اسکا ساغر، یاد ہے نظام / منہ پھیر کر اُدھر کو، ادھر کو بڑھا کے ہاتھ

رند — شرم بیجا ہے، بُرا کرتے ہو / اچھی صورت کو چھپایا نہ کرو

عاشقِ تازہ ہوں اور وصل کی پہلی شب ہے / شرم سے کہہ نہیں سکتا ہوں کہ کچھ مطلب ہے

یوں تو ہر روز سرِ بام نظارے مارے / آج پہلو میں جو آئے تو حیا بھی آئی

انور — نیچی نظروں سے مجھے آپنے کیوں دیکھا تھا / لوگ تو اور ہی کچھ سمجھے ہیں شرمانے سے

خوشتر — اس اندازِ حیا سے اور چوری کھل گئی دل کی / کہا تھا اُن سے کس نے جھپ کے ترچھی نظر کرلو

ریاض — اللہ حسن دے تو حیا بھی ضرور دے / کس کام کی وہ آنکھ کہ جسمیں حیا نہ ہو

شکوہ لکھنوی — اسمیں کچھ راز نہیں ہے تو چھپاتے کیوں ہیں / رُخ خطِ غیر نہیں ہے کہ دکھا ہی نہ سکیں

حسد، رشک

داغ — رشک سے غیروں کے جی کھوتے ہیں ہم / دشمنوں کی جان کو روتے ہیں ہم

تسلیم لکھنوی — بھولے سے بھی نہ جانبِ اغیار دیکھنا / شرطِ وفا یہی ہے، خبردار دیکھنا

نامعلوم — ہیں ایک ہم کہ ترستے ہیں انکی صورت کو / ہیں ایک وہ کہ گلے اُنکو ہیں لگائے ہوئے

ریاض — غیروں کے گھر نہ رات کو مہمان جائیے / کہنا مرا خدا کے لیئے مان جائیے

سراج ابن تسنیم — مجبور رشک سے ہوں کہوں اُنسے کسطرح / اللہ آپ کا ہے نگہبان جائیے

رسا — نہ کیونکر رشک آئے ہمکو اُن لوگوں کی قسمت پر / وہاں جنکی رسائی ہے وہاں جو آتے جاتے ہیں

غالب مرحوم — تم جانو، تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو / مجھکو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو

حسرت، یاس، بیکسی

خندہ زن ہے تپ الفت جو دوا کرتے ہیں
مسکراتی ہے مشیت جو دعا کرتے ہیں — وحشی

وہ کب خاطر میں لاتا ہے مرے آزردہ ہونیکو
سمجھ رکھا ہے ظالم نے ہنسا دل کم نکلتا ہے — شہیدی

بزم میں دیکھا ہے کس حسرت سے میں سوئے دوست
مجکو دشمن کے گلے ملکر جو آئی بوئے دوست — داغ

حسرت آتی ہے دل ناکام پر
اس کو دے ڈالوں خدا کے نام پر

خوش ہوا تھا توڑکر اپنے قفس کی تیلیاں
ہائے کہکر رہ گیا ٹوٹے ہوئے پر دیکھکر — گستاخ رامپوری

ہائے کس وقت ہوئیں دونوں مرادیں پوری
یار بالیں پہ جب آیا تو قضا بھی آئی — داغ

میں بھی قائل تیرا ہو جاؤں ابھی اے دور چرخ
میری راتوں سے بدل دے تو اگر دشمن کے دن — ملک الکلام قوی

اب میں ہوں جو دنیا میں تو پرساں نہیں کوئی
جب میں نہ رہونگا تو مری یاد رہیگی — رئیس مارہروی

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے — ذوق

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہو گئیں — غالب مغفور

ابھی جام عمر بھرا نہ تھا کہ وہ دست ساقی چھلک پڑا
رہیں دل کی دل ہی میں حسرتیں کہ نشاں قضا نے مٹا دیا — نامعلوم

حسن و جمال

وہ حسن کیا ہے حسن جو خاطر نشیں نہ ہو
کس کام کا وہ نام جو نقش نگیں نہ ہو — امیر

تمہارا حسن حسن ماہ انور سے دوبالا ہے
یہ کوئی حسن میں ہے حسن جو بڑھتا ہو گھٹتا ہو — قیصر دہلوی

حسین وہ ہے کہ بے دیکھے زمانہ جسپہ شیدا ہو
وہ یوسف کیا کہ جسکا حسن بازاروں میں بکتا ہو — قوی امروہوی

حسن انساں سے فرشتوں نے بھی چھانے ہیں کنوئیں
آفتیں ڈھاتا ہے یہ خاک کا پتلا کیا کیا — نامعلوم

یہ وہ جادو ہیں کہ انکا توڑ ہو سکتا نہیں
عاشقوں کی کیا چلے حسن و ادا کے سامنے — اشک جالندھری

حسن سے بہتر نہیں جادو کوئی
حسن سے بڑھکر کوئی افسوں نہیں — چودھری مظفر

حوصلہ، ہمّت

آصفی	پست ہمت روتے رہتے ہیں سدا تقدیر کو	صاحب ہمت ہمیشہ کرتے ہیں تدبیر کو
نامعلوم	آدمیت سے ہے بالا، آدمی کا مرتبہ	پست ہمت یہ نہ ہو، اور پست قامت ہو تو ہو
"	پھرتا ہے سیلِ حوادث سے کہیں مردوں کا منہ	شیر سیدھا تیرتا ہے وقتِ رفتن آب میں
ذوق	نہ پکڑیں دامنِ الیاس گردابِ بلا میں ہم	کہ بدتر ڈوب کر مرنے سے ہے جینا سہارے کا
عظیم	گرتے ہیں شہسوار ہی میدانِ جنگ میں	وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے
داغ	وصل سے یاس ہو ایسا دلِ مہجور نہیں	ہمت اگر دور ہے مجھ سے تو خدا دور نہیں
نامعلوم	انسان حوصلہ رکھے فوارہ سا نہ تنگ	چلو ہی بھر جو پانی میں گز بھر اچھل چلے
	ہمّت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا	وہ کونسا عقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا
سنل	زیرِ قدم ہے منزلِ مقصود اپنے رند	ہمّت سے تو قریب ہے گو راہ دور ہے
ملک الکلام قوی	وہ بھی کچھ صاحبِ ہمّت ہے جو ہو سہل پسند	کام کب میں نے کیا سب جو مشکل نہ ہوا

حنا۔ مہندی

اشک بلند شہری	وہ جان بوجھ کے مہندی لگائے بیٹھے ہیں	بہانہ باز بہانہ بنائے بیٹھے ہیں
نامعلوم	بتاؤ کیا کرو، ایسے میں چھیڑیں ہم اگر تمکو	لگائے مہندی تم بیٹھے تو ہو بے دست و پا ہو کر
احمد	ہمتو پا بوسیِ جاناں کو پھڑکتے ہیں سدا	اور مہندی کے مزے روز اُڑا کرتے ہیں
اکبر الہ آبادی	ڈاڑھی پہ بھی واعظ کی ہے تلوونپہ بھی اُنکے	چالاک مرے ہاتھوں کی صورت ہے حنا بھی
المثنا	کٹی، کچلی گئی، پسی چھنی، بھیگی۔ گندھی مہندی	جب اتنے دُکھ سہے تب اُنکے قدموں سے لگی مہندی
نسیم	بڑھتا رہا بدن میں مرے دم بدم لہو	سینے پہ تھا وہ دستِ حنائی تمام رات
نامعلوم	ہوا ہے شوقِ آرائش جو پابندِ حنا تم ہو	ہے اچھا موقع ہاتھا پائی کا بے دست و پا تم ہو

حالِ دل داستانِ غم

میں احوالِ دل مر گیا کہتے کہتے ۔ تھکے تم نہ بس بس سُنا کہتے کہتے — مومن

قصۂ ہجر سُنانے کی اجازت ملجائے ۔ دیکھیئے پھر میں سُناتا ہوں یہ فرفر کیسا — قیصر دہلوی

تڑپ جاؤ گے میرا قصۂ غم سُن نہیں سکتے ۔ ہراک فقرہ ہے نشتر دکھ بھری میری کہانی ہے — مفتون دہلوی

قلم کے ہی حوالے یک قلم احوالِ دل اپنا ۔ زبانِ خامہ سے ہم شکوۂ بیداد کرتے ہیں — ذاکر دہلوی

دردِ دل اوّل تو وہ عاشق کا سُنتے ہی نہیں ۔ اور جو سنتے ہیں تو سُنتے ہیں فسانہ کی طرح — امیر مینائی

سُنایا حالِ دل اُنکو تو یوں مُنہ پھیر کر بولے ۔ کسی نے مُنہ لگایا۔ چھیڑ بیٹھے داستاں دل کی — رسا

افسانہ گو نے اور بھی بے خواب کردیا ۔ ظالم سُنا رہا ہے مری داستاں مجھے — تسلیم لکھنوی

کہوں کیا حالِ دل اپنا کہ جو صدمے گزرتے ہیں ۔ کبھی فرصت میں سُن لینا بڑی ہی داستاں میری — نامعلوم

دیکھ او قاتل بسر کرتے ہیں کس مشکل سے ہم ۔ چارہ گر سے دردِ نالاں، دردسے دل۔ دل سے ہم — نسیم

وصال ہو، یا رہے جدائی، حضور کی ہے جیسی مرضی ۔ جو اپنی حالت تھی، میں نے کہہ دی اب آگے میرا نصیب جانے — جلیل

حیرت۔ استعجاب

اُلٹی پیامِ وصل، خود اُنکی زباں کی ہیں ۔ حیراں ہوں ایسی دوست وہ میری کہاں کی ہیں — ریاض

بیدرد ہیں جو درد کسی کا نہیں رکھتے ۔ ایسے بھی ہیں یارب کہ تمنا نہیں رکھتے — داغ

مٹاتے ہیں جو وہ ہم کو تو اپنا کام کرتے ہیں ۔ مجھے حیرت تو اُن پر ہے جو اس جینے پہ مرتے ہیں — اکبر الہ آبادی

کس پہ مرتے ہو پوچھتے ہیں وہ ۔ مجھ کو فکرِ جواب نے مارا — غالب

کیا جانے اُسمیں کیا ہے کہ لوٹے ہے اُس پہ جی ۔ یوں اور کیا جہان میں کوئی حسیں نہیں — جرأت عظیم آبادی

کیوں بُلایا ہے مجھے اغیار میں ۔ آج کیا آیا مزاجِ یار میں — صمد

خود بینیوں سے پوچھ کہ حیرت نے کسلیئے ۔ آئینہ کردیا ہے ترے روبرو مجھے — خواجہ میر درد

خواب

مضطر خیرآبادی	جگانے۔ چٹکیاں لینے۔ ستانے کون آتا ہے	یہ چھپکر خواب میں، اللہ جانے کون آتا ہے
شفق عمری	کسی کی یاد مجھ کو نیند سے آکر جگا دیتی	کسی کا وصل میرے خواب کی تعبیر بنجاتا
ناظم	وعدے کے اپنے سچے تھے آتے وہ خواب میں	ناظم تمہیں کو نیند نہ آئی تمام رات
نامعلوم	دیکھا جو میں نے صبح کو اُٹھکر تو کچھ نہ تھا	شب کو حسین خواب میں آئے چلے گئے
ذائق	خواب میں اُن کو کسی نے رات چھیڑا ہے ضرور	دیکھتے ہیں غور سے مجکو بُلا کر سامنے
قیصر	یا دپر پڑ گئے پتھر یہ الٰہی کیسے ؟	رات کا خواب بھی ہم وقت سحر بھولگئے
ریاض	خواب میں بھی ہونے پائے گا نہ دشمن کا گزر	آپ سو رہیئے۔ مجھے بیدار رہنے دیجئے
نامعلوم	خواب میں وعدہ تو مجھسے کر گئے ہیں وہ ضرور	دیکھئے اس خواب کی ملتی ہے اب تعبیر کیا
	رات کا خواب۔ الٰہی توبہ	آپ سُنیئے گا تو شرمائیے گا
منشی جان تسنیم امروہوی	خواب میں بوسہ لیا تھا عارضِ گلفام کا	صبح اے تسنیم نیلا پایا اُس رخسار کو
قوی امروہوی	خواب میں بھی چھپا کے مُنہ آئے	اُن کی شرم و حجاب نے مارا

خضاب

ذوق	باقی ہے شیخ کو ابھی حسرت گناہ کی	کالا کرے گا مُنہ بھی جو ڈاڑھی سیاہ کی
نامعلوم	شیخ کی ڈاڑھی یہ اب تو روز لگتا ہے خضاب	اب خدا ہی جانے کیا سوجھی ہے اس مکار کو
راسخ	گزری سیاہ کاری میں یارب تمام عمر	آدھی کٹی شباب میں، آدھی خضاب میں
فائض مچھلی بندر	دھوکا ہے یہ خضاب نہیں روئے شیخ پر	عصیاں کا رنگ رُخ پہ نمودار ہو گیا
ذاکر دہلوی	سب کالے بال ہو گئے ڈاڑھی کی شیخ کی	ترکیب ایسی یاد ہے اُنکو خضاب کی
نامعلوم	نسخہ ہے لاجواب ہمارے خضاب کا	ڈاڑھی کے ساتھ مُنہ بھی ہو کالا جناب کا

خدا کی دین، شانِ رزاقی و کریمی

واہ کیا شانِ کریمی ہے، یہ۔ اللہ غنی — اُٹھتا ہے دستِ کرم دستِ دعا سے پہلے — مفتوں دہلوی

ہمیں سے ہو نہیں سکتا ادا سپاسِ کرم — درِ کریم سے ملنے کو کیا نہیں ملتا

بڑا کریم ہے دینے کو کیا نہیں دیتا — کرم ہو اُسکا تو ملنے کو کیا نہیں ملتا — شفق عماد پوری

پھیلائے کیا کوئی مرے پروردگار ہاتھ — بندے کا ایک ہاتھ ہے تیرے ہزار ہاتھ

نہ تھا میں جن کے لائق تو نے وہ وہ نعمتیں بخشیں — علم دستِ کرم تیرا۔ سرِ تسلیم خم میرا — بیخود دہلوی

مجھ سے گناہگار کو کیا کیا عطا کیا — اے داغ کیا ہی شان ہے پروردگار کی — داغ

تو چاہے سو مانگ آتش درگاہِ الٰہی سے — محروم کبھی پھرتے دیکھا نہیں سائل کو — آتش لکھنوی

تو وہ کریم ہے ناشاد کو جو شاد کرے — مراد مند کو ہر طرح بامُراد کرے — نامعلوم

خدا اپنے گدھوں کو خشکہ کھلاتا ہے

دیکھیے جس بے ہنر کو آج مالا مال ہے — تھا غلط مشہور دولت بے ہُنر ملتی نہیں — ترنم

آرام سے جاہل کی گزرتی ہے ہمیشہ — عاقل کو یہاں ایکدم آرام نہیں ہے — نامعلوم

پہلوئے حور میں لنگور خدا کی قدرت — زاغ کی چونچ میں انگور خدا کی قدرت — ”

اُٹھا کر جوتیاں اب اُنکی ہم خود سر پہ رکھتے ہیں — نہ ملتی تھی جنہیں کل تک ہماری کفش برداری — قوی امروہوی

تماشا خوب ہی دیکھا تری قدرت نمائی کا — چھپر کھٹ پا گیا ہے سونے والا چارپائی کا — نامعلوم

دوشالہ اوڑھتا ہے اوڑھنے والا رضائی کا — پکاتا ہے خیالِ خام لونڈا نانبائی کا — ”

شہانا ٹھاٹھ باندھا ہے، چلن بھولا گدائی کا
بگڑ بیٹھا رذالہ دم لگا بھرنے خدائی کا — ”

پھول لیں وہ بلبلیں منقار میں — تنکے جو چنتی پھریں بازار میں — ”

خط و کتابت

جلال	خط کسی کا جب آیا ہے میں ہوں اس شغل میں	گاہ پڑھنے کو اُٹھایا گاہ پڑھکر رکھدیا
ارشد	صدقے جاؤں میں ترے اس ناز کے انداز کے	میرا خط دیکھا، اُٹھایا، مسکرا کر رکھ دیا
نامعلوم	دیکھکر ہوتی ہے تسکین، وہ پیارا خط ہے	نسخۂ دردِ جگر ہے کہ تمہارا خط ہے
بینظیر وارثی	وہ برہم ہیں، کیا جانے کیا لکھ گئے ہم	اُنہیں حالتِ دل رقم کرتے کرتے
نامعلوم	خط کتابت کی سدا رسم کو جاری رکھنا	بھول جانا نہ ہمیں یاد ہماری رکھنا
مست بنارسی	نہیں بھولتا مست کہنا کسی کا	ہمیں روز اک خط لکھا کیجیئے گا
اکبر الہ آبادی	وہ کبھی مجھ کو جواب نامہ لکھتا ہی نہیں	جب گلہ کرتا ہوں کہدیتا ہے پہنچا ہی نہیں
اکبر میرٹھی	بدخط بتا کے کردیا اُس سبز خط نے چاک	خط کی خطا نہیں مرا لکھا خراب ہے
	کانپتے ہاتوں سے خط لکھ تو دیا ہے میں نے	اب نہ پہنچے، نہ پڑھا جائے، تو لکھا میرا
داغ مرحوم	خط اُن کا بہت خوب عبارت بہت اچھی	اللہ کرے حُسنِ رقم، اور زیادہ
	خط تمہارا ہمکو پہنچا ہے فقط اتنی رسید	واہ کیا لایا ہے قاصد میرے دفتر کا جواب
نامعلوم	پاؤں کہاں سراغ کہاں جستجو کروں؟	ایسے گئے کہ خط بھی نہ بھیجا رسید کا
"	ہوئی کس جرم سے مجھپر یہ عنایت موقوف	کیا خطا دیکھی جو کی خط و کتابت موقوف
غالب مرحوم	غیر پھرتا ہے لیئے یوں ترے خط کو کہ اگر	کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے
راسخ	برسوں سے کان میں ہے قلم اس اُمید پر	لکھوائیں مجھ سے خط مرے خط کے جواب میں
نامعلوم	ہر دم یہی دعا ہے خدا کی جناب میں	آجائے یار خود مرے خط کے جواب میں
قیصر دہلوی	بھیجتے ہیں وہ ہمیشہ مجھے سادہ کاغذ	میری تقدیر سے کورا ہی جواب آتا ہے
نامعلوم	یاس کہتی ہے کہ ہائے نامہ بر مارا گیا	آس کہتی ہے ترے خط کا جواب آنیکو ہے
منشی محمد جان تسلیم دہلوی	جسقدر بھیجے کسی عاشق ناشاد نے خط	پھاڑ کر پھینکدیے اُس ستم ایجاد نے خط

خوفِ محشر

سب نیک و بد کا حال کھلیگا ملینگی جب | فردیں ہر ایک فرد کو فردِ حساب کی | ذاکر دہلوی
وصل کی لذّت ادھر ہی خوفِ عصیاں کا ادھر | دل میں یادِ حور ہے روزِ شمار آنکھوں میں ہے | ”
کھائے جاتا ہے مجھے حشر کا کھٹکا قیصر | دیکھیئے کیا ہو وہاں مجھ سے گنہگار کے ساتھ | قیصر دہلوی
خیالِ روزِ جزا دل میں ہر بشر رکھے | یہ کچھ نہ کچھ تو وہاں کے لیئے بھی کر رکھے | ”
فردِ حساب آہ سراپا سیاہ ہے | کیا حشر میرا دیکھیئے روزِ حساب ہو | دبیر لکھنوی
مبتلا رنج مکافات میں فرزانے ہیں | پرسشِ حشر سے فارغ ہیں جو دیوانے ہیں | آتش دہلوی
چارۂ دنیا و دیں ہم سے نہ کچھ بھی ہو سکا | اسطرف تو چھٹ گئے مر کر ادھر کا کیا علاج | کیف
غافلو بھولے ہوئے بیٹھے ہو اتنا کس پہ | حشر کے روز گناہوں کی سزا پانی ہے | یوسف
عمر بھر کوئی ہوا ہم سے نہ سرزد کارِ نیک | کون سے بوتے پہ ہم جائیں خدا کے سامنے | نوح ناروی
شیخ دوزخ سے ڈرانے کی ضرورت کیا ہے | ہم تو صورت ہی تری دیکھ کے ڈر جاتے ہیں | رنجور عظیم آبادی
قیامت سے ڈرا کر دل دکھا میرا نہ اے واعظ | کہ اس دل میں امیدِ رحمتِ غفار باقی ہے | رسا رامپوری

خطرۂ فراق

ڈرتا ہوں جدا مجھ سے مرا یار نہ ہو جائے | یہ زندگی میری کہیں دشوار نہ ہو جائے | موج
تھی وصل میں بھی فکرِ جدائی تمام رات | وہ آئے تو بھی نیند نہ آئی تمام رات | مومن دہلوی
کیوں بڑھاتے ہو اختلاط بہت | ہم کو طاقت نہیں جدائی کی | حالی پانی پتی
ہو برا تیرا غمِ ہجر۔ کہ تیرے ڈر سے | رات بھر وصل میں بھی کام ہمارا نہ ہوا | ذاکر دہلوی
چھوٹ جائے کسی سے نہ ملاقات کسی کی | اللہ لگا رکھے نہ بنی بات کسی کی | نامعلوم
وصل کی شب خوشی وصال کی کیا | سامنے منظرِ فراق بھی ہے | میر مغل جان امروہوی

خوشامد

اکبر الہ آبادی	اُن کے حُسن اپنی ضرورت پہ نظر کرتے ہیں	گو خوشامد ہے بُری چیز۔ مگر کرتے ہیں
"	بتوں پہ دسترس آساں نہیں اے اکبر ناداں	چھوتے ہیں پاؤں اُن کے جب کہ برسوں ہاتھ جوڑے ہیں
"	منتیں کیں، ہاتھ جوڑے سر قدم پر رکھ دیا	پھر بھی ہے تیوری چڑھی ہمراب آخر کیا کریں
"	مرتبہ اس سے بھی دُنیا میں سوا ہو آپ کا	یاد رکھیئے گا کہ میں بھی ہوں دعا گو آپ کا
بیخود دہلوی	یوں خاک میں ملا کے نہ ارمان جائیے	غصہ کو تھوک دیجئے بس مان جائیے
غالبؔ	مت ملو لیکن کرم فرما رہو	خوش رہو، جیتے رہو۔ جس جا رہو
نامعلوم	ہم غریبوں سے ملو یا نہ ملو شاد رہو	تم سلامت رہو، زندہ رہو۔ آباد رہو
امیرؔ	کچھ عار نہیں تیری خوشامد سے پر اے یار	مجبور ہوں میں اس سے کہ آتی نہیں مجھکو
اسیر مغفور	پاؤں پر سر بھی جھکا۔ ہاتھ بھی جوڑے ہمنے	مُنہ دکھاؤ کہ رہی کونسی منت باقی؟
ملک الکلام قوی امروہی	منت کرے۔ بلائیں لے اور التجا کرے	اسپر بھی تم نہ مانو تو پھر کوئی کیا کرے
نامعلوم	جو کہو گے تم۔ کہینگے ہم بھی ہاں یونہی سہی	آپکی یونہی خوشی ہے مہرباں یونہی سہی
بیخود۔ دہلوی	ایسی تو ہمسے وصل کی شب بارہا ہوئی	غصہ سے جب نہ کام چلا التجا ہوئی
قیصر دہلوی	خوشامد اور پری دل سے دلِ دلگیر اچھی ہے	کسی کے دلمیں گھر کرنیکی یہ تدبیر اچھی ہے

خودی، خودستائی

نظیر اکبر آبادی	کہتے ہو یاں کہ ہمسا کوئی مہ جبیں نہیں	پیارے جو ہمسے پوچھو تو یاں کیا کہیں نہیں
نامعلوم	یارب دلوں کی خیر وہ کہتا ہے دلفریب	دیکھیں تو کوئی دیکھیے ہمیں اور نہ آئے دل
داغ	رُخ روشن کے آگے شمع رکھکر وہ یہ کہتے ہیں	اُدھر جاتا ہے دیکھیں یا اِدھر پروانہ آتا ہے
امیرؔ	دیکھکر آئنہ کو عکس سے کہتا ہے وہ شوخ	کچھ اگر حسن کا دعویٰ ہے تو باھر آؤ

دل

ان زہرہ جبینوں پہ جو مائل نہیں ہوتا	کچھ اور بلا ہوتی ہے وہ دل نہیں ہوتا	امیر مینائی رح
وہ سر نہیں، جس میں کہ ہو سودا نہ کسی کا	وہ دل نہیں جو دل نہو دیوانہ کسی کا	نامعلوم
کبھی یہ حضرتِ دل چین سے نہ بیٹھینگے	ہمارا کام نہ جبتک تمام کر لینگے	رنجور عظیم آبادی
ہو بُرا اس دل کا رکھا عمر بھر خانہ خراب	جسکو دیکھا اُسپہ یہ خانہ خراب آہی گیا	نرآھلا
ارماں نہو۔ اُمید نہو۔ آرزو نہ ہو	پہلو میں گر مرے دلِ بیتاب تو نہو	قوی امروہی
اے صنم کیا مول مالِ فی سبیل اللہ کا	مفت دل دیتا ہوں سودا ہی خدا کی راہ کا	”
اے دلِ ناداں بہت ناداں نہ بن	جان دیتا ہے ارے کن کے لیئے	ریاض
بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا	جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا	آتش
تعمیر خانہ کعبہ کی جب ہو چکی تمام	کچھ سنگ بچ رہا تھا جو اُس بت کا دل بنا	نامعلوم
ہمارے شیشۂ دل کو سنبھلکر ہاتھ میں لینا	نزاکت اسمیں ایسی ہی نظر سے جب گرا ٹوٹا	”
اے شیشہ گرو تم سے مری عرض یہی ہے	ٹوٹا ہوا دل جوڑو تو کچھ شیشہ گری ہی	”
کوئی اس دل کو سمجھائے بجائے میرے پہلو کے	کہاں مارا پھریگا یوسفِ بے کارواں ہو کر	”
افسوس ہیں نے روزازل یہ نہ کہدیا	دے مجکو سب جہان کی نعمت سوائے دل	داغ
آ عندلیب۔ ملکے کریں آہ وزاریاں	تو ہائے گُل پکار۔ میں چلاؤں ہائے دل	مشتری
تسنیم اُنسے پوچھو۔ کوئی اسکی حد بھی ہی	کبتک تمہارے ہجر کی صدمے اُٹھائے دل	مس مغل جان تسنیم

درازدستی۔ ہاتھا پائی

نہ بر آئے جو مجھ سے وصل کی شب ہاتھا پائی میں	کہا۔ ہاں خیر۔ اچھا۔ ٹوٹ جائیں چوڑیاں میری	قوی امروہی
رات اب تھوڑی سی ہے انکار رہنے دیجیئے	ہاتھا پائی ہو چکی بس تکرار رہنے دیجیئے	نامعلوم

خلوت تخلیہ تنہائی

ملک الکلام قوی	دو عالم میں کہاں خلوت کی قابل ہو مکاں کوئی	جدھر دیکھو اُدھر مجمع یہاں کوئی وہاں کوئی
بیخود۔ دہلوی	فرمائیے کیا دل میں ہو کیا ٹھانی ہو جی میں	اسوقت کوئی غیر نہیں آپ ہیں یا ہم
انجم	وہ کیوں اُٹھ کے محفل سے خلوت میں آئیں	وہ کیا جانیں، کیا مدعا ہے کسی کا
تسلیم لکھنوی	کیا بدل جائے گی خلوتمیں اکیلا پاکر	کچھ طبیعت تو تمہاری نہیں نیت میری
״	گو بظاہر ترک تھی الفت مگر جب آگئے	شوق تنہا پا کے دلمیں چٹکیاں لینے لگا
نسیم بھرتپوری	کہا میں نے تنہائی ہے بات سُن لو	کہا ہنس کے تمکو تو سودا ہوا ہے
مفتون دہلوی	ہم تم ہوں فقط جب تو ہے خلوت کا مزا بھی	یہ کیا کہ جہاں ہم ہوں وہیں شرم و حیا بھی
قوی امروہی	وصل کی شب بھی مقدر سے نہ تھی خلوت نصیب	آپ کی شرم و حیا تھی، شمع تھی، پروانہ تھا
صفی لکھنوی	میں نے سمجھا تھا وہ خلوتمیں اکیلے ہونگے	ہاتھ سے پردہ اُٹھایا تو قیامت دیکھی
سیماب اکبر آبادی	کرو علاج حیا کا کچھ اور خلوت میں	نکالنے سے کہیں بے حیا نکلتی ہے
داغ	کچھ اُن سے کہنے کو بیٹھے تھے ہمتو خلوتمیں	رقیب آ ہی گیا مرگ ناگہاں کی طرح

خونِ ناحق

امیر لکھنوی	خونِ ناحق کہیں چھپتا ہے چھپائے سے امیر	کیوں مری لاش پہ بیٹھے ہیں وہ دامن ڈالے
داغ	بخشدے اُس بُتِ سفاک کو اے داورِ حشر	خون ہی مجھ میں نہ تھا۔ خون کا دعوے کیسا
طالب بنارسی	بخشوالینا سر محشر تم اپنا جُرمِ خوں	بھولے بنکر بیٹھ جانا سر جھکا کر سامنے
امیر	قریب ہے یار روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر	جو چُپ رہیگی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا
نامعلوم	یہ مینے مانا کہ آج خنجر مرا گلو بھی نہیں رہیگا	کمر میں قاتل کی او ستمگر ہمیشہ تو بھی نہیں رہیگا
قوی امروہی	خونِ ناحق کی شہادت کیلیئے بن بنکے تل	دستِ قاتل پر کئی قطرے لہو کے جم رہے

دعا

دعا مانگ لو تم بھی اپنی زباں سے	کہ پورا ہو، جو مدعا ہے کسی کا	داغ
نکل جائے دنیا میں حسرت کسی کی	ہمارے لیئے یہ دعا کیجیئے گا	مست بنارسی
یہ جان لو کہ ہاتھ اُٹھانے کی دیر ہے	خالی گئی نہ جائے گی اپنی دعا کبھی	نامعلوم
کرتا ہوں یہ دعا میں شب وصل یار میں	لینا مری خبر یونہی پروردگار روز	کیف
اثر کو ساتھ لیے کامیاب ہوکے پھری	فلک سے میری دعا مستجاب ہوکے پھری	شفق عمادپوری
کسی کے ہجر میں اس درد سے دعا مانگی	ندائیں آئیں خدا کامیاب کر دیگا	بیخود دہلوی
ہزار بار جو مانگا کرو تو کیا حاصل	دعا وہی ہے جو دل سے کبھی نکلتی ہے	داغ
دعا مانگے دلِ غمگیں کہاں تک	کہو نہیں دم بدم آمیں کہاں تک	”
لطف آجائے جو وہ بت کبھی سُن لے اگر	جو دعا ہجر میں اللہ سے ہم کرتے ہیں	قیصر دہلوی
دعائے وصل میں اتنا اثر پروردگار آئے	کہ دل تھامے ہوئے ہاتوں سے کوئی بیقرار آئے	”
جو دانشمند ہیں وہ یوں دعا دیتے ہیں لڑکوں کو	نہ ہو مکار پیری میں، نہ ہو عاشق جواں ہوکر	اکبر الہ آبادی
اُنہیں شوقِ عبادت بھی ہے اور گانیکی عادت بھی	نکلتی ہیں دعائیں اُن کے مُنہ سے ٹھمریاں ہوکر	”
فقیرانہ آئے صدا کر چلے	میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے	میر تقی میر
ہوتی نہیں قبول دعا ترکِ عشق کی	دل چاہتا نہ ہو تو زباں میں اثر کہاں	حالی مرحوم
خالی نہیں جاتیں کسی بیکس کی دعائیں	دیکھینگے بڑے آپ بنے پردہ نشیں ہیں	ذاکر دہلوی
مری دعائیں بھی میری طرح ہیں سرگرداں	درِ قبول کا اُنکو پتہ نہیں ملتا	مفتون دہلوی
مانگا کریں گے اب سے دعا ہجرِ یار کی	آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کیساتھ	مومن دہلوی
ہوئی ہے مدتیں میں وصل کی شب نہ حشر تک ہو سحر نمایاں	کہو نہیں آمین سر جھکا کر خدا سے تو اے صنم دعا کر	خلیل
مصیبت اور لمبی زندگانی	بزرگوں کی دعا نے مار ڈالا	مضطر خیرآبادی

دردِ دل

شاعر	مصرع اول	مصرع ثانی
	کہتے نہیں ہیں یہ بھی ستمگر کے ڈر سے ہم :-	"مرتے ہیں اب تو شدتِ دردِ جگر سے ہم"
ذوق	گر درد ہے کھونا دلِ مضطر سے کسی کے	پانی دو پلا وار کے سر پر سے کسی کے
ملک الکلام قوی	درد وہ درد ہی لب پر جسے لا بھی نہ سکوں	زخم وہ زخم ہے دل کا۔ کہ دکھا بھی نہ سکوں
"	یہ دردِ دل ہے کہ گھنٹوں خبر نہیں ہوتی	بدن میں جان ہی دو دو پہر نہیں ہوتی
نسیم	خدا کے واسطے یارو سنبھالو	کہ پھر شدت ہوئی زخمِ جگر کی
فخر دہلوی	تو جو پہلو سے اُٹھا درد کچھ ایسا اُٹھا	تھام کر دل کو کئی بار میں بیٹھا اُٹھا
غالب	دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے	آخر اس درد کی دوا کیا ہے
نامعلوم	نہایت شدتِ دردِ جگر ہے	مسیحا کچھ ہماری بھی خبر ہے
"	علاج شدتِ دردِ جگر کرے کوئی	جنہیں خبر نہیں اُنکو خبر کرے کوئی
"	دلمیں آ آہی جگر سے تو جگر میں دل سے	درد اُٹھا ہے ذرا آج ٹھہلنے کے لیے
مفتون دہلوی	یہ میٹھا میٹھا درد پھر اے چارہ گر کہاں	رہنے دے اس کسک میں ہے لذت کمال کی
شفق قصوری	ہوتے ہوتے دردِ دل اکدن عیاں ہو جائیگا	جو سخن آجائے گا لب پر فغاں ہو جائیگا
قائم چاندپوری	دردِ دل کچھ کہا نہیں جاتا	ہائے چپ بھی رہا نہیں جاتا
داغ	یوں کوں جانے دردِ محبت کو ناصحا	وہ جانے جس کے چوٹ ہو دلپر لگی ہوئی
قوی امروہی	دل مبتلائے درد۔ جگر مبتلائے درد	قسمت میں کچھ نہیں ہے ہماری سوائے درد
سیف	پوچھتے ہیں۔ بیٹھکر پہلو میں وہ	اب تو دردِ دل کو کچھ آرام ہے
نامعلوم	دردِ دل کا مزہ وہ کیا جانیں	جن کا دل عمر بھر دُکھا ہی نہیں
	چہرہ کچھ اندرونِ غم پنہاں سے زرد ہے	ظاہر میں کچھ مرض نہیں پر دلمیں درد ہے
	جس پہ بیتی ہو یہ وہی جانے	جو کہ بیدرد ہو وہ کیا جانے

خاکساری، انکساری، عجز

انسان فقط عجز و دعا ہی کیلیئے ہے ۔۔۔ جو عزت و عظمت ہی خدا ہی کیلیئے ہے ۔۔۔ اکبر الہ آبادی

دشمنوں سے دوستی غیروں سی یاری چاہیئے ۔۔۔ خاک کے پتلے بنے تو خاکساری چاہیئے ۔۔۔ داغ

خاکساری کر جو ہو منظور آنکھوں میں جگہ ۔۔۔ خاک ہو کر سرمہ بنجاتا ہے پتھر طور کا ۔۔۔ امیر

مٹی کا پتلا، مٹی میں ملنا ضرور ہے ۔۔۔ ہرگز نہ خاکساروں سے دامن کشاں رہے ۔۔۔ مفتون دہلوی

حسین تو کیا، کوئی بے التجا نہیں ملتا ۔۔۔ بغیر عجز قسم ہے خدا نہیں ملتا ۔۔۔ "

درد مندوں سے نہ پوچھو کہ کدھر بیٹھ گئے ۔۔۔ تیری محفل میں غنیمت ہے جدھر بیٹھ گئے ۔۔۔ ستم

نہ خریدار کا حصہ ہوں نہ حق بائع کا ۔۔۔ میں وہ دانہ ہوں جو گر جائے کف میزاں سے ۔۔۔ نامعلوم

خاکساری پہ نہ کر موذی کی، ہرگز اعتبار ۔۔۔ جونک مٹی میں ملی تو بھی لہو پیتی رہے ۔۔۔ ذکی

خود غرضی

مطلب سے ہے غرض تجھے کام اپنے کام سے ۔۔۔ قاصد بلا لا تو اسے دشمن کے نام سے ۔۔۔ نامعلوم

رونا تو ہے اسی کا۔ کوئی نہیں کسی کا ۔۔۔ دنیا ہے اور مطلب مطلب ہے اور اپنا ۔۔۔ اکبر الہ آبادی

وصل ہو تو نثار ہم بھی ہیں ۔۔۔ اپنے مطلب کے یار ہم بھی ہیں ۔۔۔ نامعلوم

پائیں تو اے حسینو! تمکو رلا کے چھوڑیں ۔۔۔ ہیں یہ ریاض ایسے ان کو ترس نہ آئے ۔۔۔ ریاض

خوبرو جتنے زمانہ میں ہیں سب عیار ہیں ۔۔۔ آشنا اپنی غرض کے ہیں یہ کس کے یار ہیں ۔۔۔ نامعلوم

ہمنے مانا کہ کچھ نہیں غالب ۔۔۔ مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے ۔۔۔ غالب

دوست دشمن پہ کچھ نہیں موقوف ۔۔۔ اک زمانہ ہے اپنے مطلب کا ۔۔۔ بیخود دہلوی

زمانہ اپنے مطلب کا ہے دنیا اپنے مطلب کی ۔۔۔ کہاں وہ دوست جو دکھ درد میں کام آنیوالے ہیں ۔۔۔ قیصر دہلوی

مرا دل لیتے ہی تو بنگیا بیگانہ خو قاتل ۔۔۔ ارے او خود غرض، نا آشنا، ظالم عدو قاتل ۔۔۔ مس مغل جان تسنیم

دھمکی

آیا تمہارا دل بھی جو مجھ پر مری طرح — پھر دیکھنا ستاؤ نگا میں بھی اسی طرح

دلسوز: سب سہیں گے ہم اگر لاکھ بُرائی ہو گی — پر کہیں آنکھ لڑائی، تو لڑائی ہو گی

داغ: کبھی فلک کو پڑا دل جلوں سے کام نہیں — اگر نہ آگ لگا دوں تو داغ نام نہیں

مفتون دہلوی: بس دل جلوں کو چھیڑ چکا۔ سہہ چکے ستم — ہاں کہدو اب سنبھل کے ذرا آسماں رہے

ملک الکلام قوی امروہی: کرونگا جو دعوے میں روزِ قیامت — تو فرمائیے آپ کیا کیجیئے گا؟

تمہارا روٹھنا ہر بار کا اچھا نہیں دیکھو — بُرے ہیں ہم جو دل پر رکھتے ہیں وہ کر گزرتے ہیں

ذاکر دہلوی: بات کی بیچ یہ جو آئیں تو تماشا ہی دکھائیں — دل میں سمجھے ہوئے بیٹھا ہی نہیں کیا کوئی؟

غافل: خدا شاہد ہے اسکا پھر نہیں ملتی نہیں ملتی — طبیعت جس سے اپنی او بتِ بے پیر ہٹتی ہے

مست بنارسی: اب بات بات پر مجھے دھمکی سزا کی ہے — عاشق ہیں کیا ہوا کہ گنہگار ہو گیا

آزاد حیدر آباد: وعدے سے اپنے تو جو ستمگر پلٹ گیا — یہ جان لے کہ تجھ سے مرا دل بھی ہٹ گیا

تنہا: تم نہ آؤ گے تو کیا موت بھی آئیگی نہیں — راستے روک دیئے ہونگے قضا کے تم نے

بیخود دہلوی: پھر مجھ سے لڑا ہوتا۔ پھر روٹھ گیا ہوتا — پھر دیکھ لیا ہوتا۔ نالوں کا اثر تو نے

رسا: اُن کو دشمن سے جو الفت ہے تو پروا نکرو — اے رسا تم بھی کسی اور پہ مر کر دیکھو

اسیر لکھنوی: بندگی کی راہ تم نے غیر سے رکھی اگر — پھر نہ آئیگا نظر کوسوں یہ بندہ۔ کہدیا

دست درازی، دھینگا مشتی

غالب مغفور: دھول دھپا اُس سراپا ناز کا شیوا نہ تھا — ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایکدن

سائل:
رند جب ملتے ہیں وہ تنہا کہیں (قطعہ) دوڑ کر اُن سے لپٹ جاتے ہیں ہم
مسکرا کر کہتے ہیں وہ ناز سے — بس اِنہی باتوں سے گھبراتے ہیں ہم

در جاناں

مرنیسے کیا ہے ڈرنا۔ کیوں چھوڑیں اُسکے درکو	بستر شفق جہاں ہے تربت وہیں رہیگی	شفق رضوی
مرجاتے ہم مگر در لیلےٰ نہ چھوڑتے	مجنوں کو تھا جنوں کہ بیاباں میں رہ گیا	نامعلوم
اُن کے در پر کوئی دن آتے رہے جاتے رہے	رفتہ رفتہ ایک دن لیجا کے بستر رکھدیا	قیصر دہلوی
مرے صنم کا کسی کو مکاں نہیں معلوم	خدا کا نام سُنا ہے نشاں نہیں معلوم	آتش
لگا اے سر وہ ٹکرّ آستاں سے	وہ گھبرا کر نکل آئیں مکاں سے	اکبر میرٹھی
دائم پڑا ہوا ترے در پر نہیں ہوں میں	خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں	غالب مرحوم
یہ تیری خوشی بھیک دے یا نہ دے	ترے در پہ سائل صدا کر چلے	نامعلوم
وہ سائل ہوں کہ کچھ لیکر ٹلوں گا	درِ دولت سرا ہے اور میں ہوں	آزاد انصاری

دربان

ہوئی تاثیر یہ اُلٹی فغاں کی	اُڑی ہے نیند اُنکے پاسباں کی	بیخود دہلوی
درباں کی یہ مجال کہ یوں روک لے ہمیں	ہمنے تمہارا پاس، تمہارا ادب کیا	"
کسی دن مفت کی ہچ ہو نہ دربانسے مجھے ڈر ہے	ذرا کہہ دو ہمشیہ کے یہ آنے جانیوالے ہیں	قیصر دہلوی
گزر ہمسے غریبونکا کہاں ہے بزمِ جاناں تک	وہاں تو دوڑتا ہے کاٹ کہانیکو نگہباں تک	"
یہ کہہ دینا تم اپنے پاسباں سے	لڑا کرتے نہیں ہیں میہماں سے	اکبر میرٹھی
یہ کہکر مجھے اُن کے درباں نے روکا	کریں کیا۔ ہم اس بات کا کھا رہے ہیں	دلگیر
لیچلو ساتھ تو چلتے ہیں تمہارے گھر پہ	ورنہ ہم آفت درباں کو نہیں جانتے کیا	آصف
خدا کے واسطے درباں نہ روکیو ہم کو	کہ ہم بھی آئے ہیں اُس شوخ کی بلائی ہوئی	امیر "
چلے آؤ جب چاہو دلمیں ہمارے	نہ در ہے نہ درباں۔ اُجڑا مکاں ہے	منشی جان تسنیم

دوست، دشمن

اکبر الہ آبادی	خیر خواہ آج زمانہ میں کہاں ملتے ہیں؟	ہے یہی لاکھ غنیمت کوئی بدخواہ نہ ہو
″	ناداں ہیں وہ جو رکھتے ہیں اُمید کسی پر	جز ذاتِ خدا کوئی کسی کا نہیں ہوتا
ظہیر دہلوی	بجز ذاتِ خدا کوئی نہیں اپنا زمانے میں	یہ باتیں دیکھی بھالی جانچی تولی امتحانی ہیں
مسعود کھیری	اب وہ ہمدردی کہاں درد آشنا کہنے کو ہیں	نیش زن ہیں مثلِ عقرب۔ اقربا کہنے کو ہیں
بے نظیر وارثی	مصیبت میں آنکھیں کھلی اب تو دیکھا	چھپاتے ہیں مُنہ مہرباں کیسے کیسے
نامعلوم	عیش کے یار تو اغیار بھی بنجاتے ہیں	دوست وہ ہیں جو بُرے وقت میں کام آتے ہیں
مفتون دہلوی	دلوں میں الفت باہم کا دمِ تک جوش ہوتا ہے	مرے کا تو جنازہ بھی وبالِ دوش ہوتا ہے
تسلیم لکھنوی	زندگی بھر ہم رہے ہر حال میں جنکے شریک	چھو نہیں سکتے وہی تسلیم میت بعدِ مرگ
خلیق دہلوی	اپنے بیگانے کی کُھلتی ہے حقیقت اس سے	کھرے کھوٹے کی کسوٹی ہے مصیبت کیا ہے
قوی امروہوی	کیوں عداوت ہے مجھسے غیروں کو	دوست کافی ہیں دشمنی کے لیئے
بیخود دہلوی	یار و غمخوار ہیں دُنیا میں بنی کے ساتھی	جب بگڑتی ہے تو سب آنکھ چُرا جاتے ہیں
نہال	بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی	بیچ ہی کھائیں جو یوسف سا برادر ہووے
نامعلوم	جب مسیحا دشمن جاں ہو تو کیونکر ہو علاج	کون رہبر ہو سکے جب خضر بہکانے لگے
قیصر	جن دوستوں میں خوش چلنی رہتی ہے (رباعی)	تا عمر محبت ہی بنی رہتی ہے
	افسوس عقارب ہیں اقارب میرے	ہر وقت یہاں نیش زنی رہتی ہے
نامعلوم	نگاہِ غور سے ہمنے تماشائے جہاں دیکھا	کسی کو بھی نہ اپنا یار وقت امتحاں دیکھا
رنجور عظیم آبادی	بہت تحقیق کی لیکن اگر پایا تو یہ پایا	وجودِ دوستی کچھ ہے تو یاروں کی زباں تک ہے
رضواں	کیوں جان دے کسی کے لیئے کوئی کیوں مرے	دُنیا میں جب کسی کا کوئی آشنا نہیں
قوی امروہی	دوست وہ دوست ہے جو ہو غم و راحت کا شریک	بھائی وہ بھائی ہے جو قوتِ بازو ہو جائے

رقیب ۔ رقابت

رقیبِ روسیہ کا کام کیا ہی کوئی جاناں میں	نکالو اسکو شیطاں ہی یہ جنت میں گھسا کیونکر	نامعلوم
رقیبِ روسیہ بیٹھا ہی اُس گلرو کے پہلو میں	خدا کی شان ہی پھولوں میں کانٹا ہو ہی جاتا ہی	اکبر میرٹھی
آ لگی غیروں کی ٹٹی میرے اُن کے درمیان	یا الٰہی توڑدے بُنیاد اس دیوار کی	”
جس بزم میں حسیں ہیں اغیارِ ہمنشیں ہیں	ہر گل کے پاس پیدا اک خار کر دیا ہے	مفتوں دہلوی
جس کے پہلو میں ہو تم اُسکا نصیب اچھا ہی	میری دانست میں تم سی بھی رقیب اچھا ہے	داغ
کہو تو آپ کے کہنے سے کہدوں غیر کو اچھا	مگر سوچو ملائیگا کہاں تک ہاں میں ہاں کوئی	ہمدم
تمہیں اُن سی غرض ہی اُن کا تم اچھا بُرا دیکھو	ہمیں کیا کام غیروں کی بُرائی سی بھلائی سی	خورشید
دم اسقدر نہ بھریے۔ دشمن کی دوستی کا	مطلب کی ہے یہ دُنیا۔ کوئی نہیں کسی کا	موج
گرم غیروں پر ہوئے اچھا کیا	آج تم نے دل مرا ٹھنڈا کیا	قوی امروہی
دیکھے اُس وقت کوئی اُنکو مری آنکھوں سی	گالیاں غیر کو جب ہو کے خفا دیتے ہیں	بیخود دہلوی
صرف یہ ڈر ہے کہ دھوکہ نہ ہو سرکار کیساتھ	ورنہ کچھ دشمنی مجکو نہیں اغیار کے ساتھ	قیصر دہلوی
دوستی کرتے ہی تم سے اک قیامت ہو گئی	ساری دُنیا بن گئی دشمن ہمارے نام کی	بلیغ لکھنوی
دشمن بھی آنکھ اُٹھا کے کبھی دیکھتے نہیں	ہم کس قدر ذلیل تری انجمن میں ہیں	قوی امروہی

رازِ اُلفت

ابھی چُپ ہوں محشر میں افشا کروں گا	حسینوں کے رازِ نہاں کیسے کیسے	ریاض
دیکھ افشا کہیں اُلفت کا تری راز نہو	اس طرح دلکو مرے توڑ کہ آواز نہو	راز رامپوری
ظاہر ہے بے بیاں کیئے رازِ نہانِ دل	نالہ زبانِ حال سے ہی ترجمانِ دل	نامعلوم
تم کو ہزار شرم سہی۔ مجکو لاکھ ضبط	اُلفت وہ راز ہے کہ چھپایا نہ جائیگا	حالی

داغ — پوشیدہ جب ہو راز کہ منہ میں زباں نہ ہو / ہم بات بھی کریں تو بغیر از فغاں نہ ہو

مرزا مغل جان تسنیم — دل یہ کہتا ہے چھپاؤنگا میں رازِ الفت / آنکھیں کہتی ہیں کسی سے یہ چھپایا نہ گیا

داغ — اسمیں بھی کوئی بھید ہے تم جانتے نہیں / کہتے ہیں ایک ایک سے کیوں دل کا راز ہم

بیخود دہلوی — عدو کی بزم میں رازِ محبت کھل گیا آخر / کہا تھا کس نے تم سے مسکرا کر تم ادہر دیکھو

قوی امروہوی — رازِ الفت اے دلِ بیتاب افشا کر دیا / خود بھی رُسوا ہو گیا مجکو بھی رسوا کر دیا

سرشار کسمنڈوی — دل میں پوشیدہ رہے رازِ محبت کیونکر / بند کس طرح کرے کوزہ میں دریا کوئی

رحم و کرم ۔ غفاری و ستاری

مائل دہلوی — جب سے سُنا ہے غلغلہ عفوِ الٰہ کا / ہے عرش پر دماغ ہمارے گناہ کا

نامعلوم — اُمیدوارِ رحمتِ باری ہوں اسقدر / ہوتا ہوں میں شریک پرائے گناہ میں

ہمدم — ہمدم مرے گناہوں کو بخشے گا وہ کریم / محشر میں رٹ لگاؤنگا جب یا غفور کی

نامعلوم — بہت زہد و تقوے پہ نازاں ہیں زاہد / گنہگار تیرا کرم دیکھتے ہیں

ریاض — بے خیالِ بندگی بابِ عنایت کھلگیا / رخ میں میں نے رجوعِ قلب جب دم بھر کیا

بیخود دہلوی — تری پردہ داری کے قربان جاؤں / یہ میری خطائیں چھپاتی ہے کیا کیا

زبیر — اور ہوں گے جنکو ہوگا اپنی طاعت پر گھمنڈ / ہم گنہگاروں کو ہے بس اُسکی رحمت پر گھمنڈ

مفتون دہلوی — یہاں بھی بندۂ عاصی کی وہ ہی لاج رکھتا ہے / وہاں بھی وہ ہی ہر مجرم کا پردہ پوش ہوتا ہے

کیف — محشر میں یہ کہونگا خدائے کریم سے / کیا کیا گنہ کیئے تری رحمت کے جوش پر

امیر الشعرا منتظر امروہوی — یہ اُسکی شان کریمی کہ مجھ کو بخش دیا / گناہ اتنے کیئے تھے کہ کچھ حساب نہ تھا

امیر مینائی — دوزخ میں مجکو جھونک چکے تھے مری عمل / قربان شانِ رحمتِ پروردگار کے

شفق رضوی — گناہوں کی ندامت پر گنہگار رو گئی حالت پہ / خدا کو رحم آیا اور واعظ کو عتاب آیا

ملک الکلام امروہوی — قربان گناہوں کے رحمت سے ملا چھوڑا / کام آیا قیامت میں بندوں کا خطا کرنا

رخصتِ یار

جدائی کے صدموں کو ٹالے ہوئے ہیں — چلے جاؤ ہم دل سنبھالے ہوئے ہیں — خورشید

جانے کی ضد ہے، جائیے ہی دیر کس لیے — گزرے گی جسطرح سے ہم بھی گزار دینگے — نامعلوم

جاتے ہو تو جائیے، مُڑ مُڑ نہ دیکھا سطرف — یہ ستم ہمپر نہ کیجے یاد آنے کے لیئے — وزیر

تھام لوں دل کو ذرا ہاتھوں سے — ابھی پہلو سے نہ اُٹھ جائیے گا !

مجھ سے بے پوچھے ہوئے گھر کو چلے آپ یہ کیا — مہرباں جانا اجازت کا ہے آنا دل کا — قوی امروہی

نہ یوں روٹھ کر قصد جانیکا کیجے — گلے مل کے وعدہ پھر آنے کا کیجے — بیخود دہلوی

ابھی تو آئے ہو ٹھہرو ذرا دم لیکے گھر جانا — یہ کیسا آنا جانا ہے ادھر آنا اُدھر جانا — مفتون دہلوی

نکلتی کسطرح ہی جانِ مضطر دیکھتے جاؤ — ہمارے پاس سے جاؤ تو پھر کر دیکھتے جاؤ — آتش

آپ نے یہ کیا کہا گھر جائیں رخصت دیجئے — آپکا گھر تو مری آنکھوں میں میرے دل میں ہے — قیصر دہلوی

یہ سُن لو اور جاؤ ہے اگر مدِ نظر جانا — تمہیں آنا ہے گھر جانا ہمیں آنا ہے مر جانا — دلگیر

الجھن تھی اضطراب تھا۔ کاوش تھی درد تھا — جانا تمہارا رات قیامت ہوا مجھے — نامعلوم

نہیں بھولتا اُسکی رخصت کا وقت — وہ رو رو کے ملنا بلا ہو گیا، — حالی

بے چین کر رہا ہے کیا کیا دل و جگر کو — ہر دم کسی کا کہنا جاتے ہیں ہم تو گھر کو — نامعلوم

ذرا سی دیر بھی ہو جائے گی تو کیا ہوگا — گھڑی گھڑی نہ اُٹھاؤ نظر گھڑی کی طرف — اکبر الہ آبادی

جب میں اُٹھتا ہوں تو سینے سے لپٹ جاتے ہیں — کس کا دل لائیں اُنہیں چھوڑ کے جائیں کیونکر — نامعلوم

جاتے ہوئے کہتے ہو، قیامت کو ملیں گے — کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور — غالب مرحوم

اُنھوں نے جانے کی ٹھانی تو روکنا ہی فضول — اُٹھے ہیں جب تو کسی کے بٹھائے بیٹھے ہیں؟ — بیخود عظیم آبادی

چشمِ حسرت سے نہ اُن کو وقتِ رخصت دیکھنا — میری جانب ہی ہجومِ یاس فرقت دیکھنا — تسلیم لکھنوی

مگر اخفائے رازِ عشق تھا مدِ نظر مجھکو — دمِ رخصت ترا آنکھیں چرانا میں نہ سمجھا تھا — ثاقب اکبر آبادی

رازونیاز۔ اختلاط

بیخود دہلوی	کس کی قسمت میں ہو تم یہ تو بتا دو مجھکو	کس کے کام آئیگی دُنیا میں یہ پیاری صورت
اکبرالہ آبادی	کچہ آج علاجِ دلِ بیمار تو کرلیں	اے جانِ جہاں آ دُ ذرا پیار تو کرلیں
”	اگر ملنا نہیں منظور آنکھیں کیوں ملاتے ہو	یہ تڑپانے سی حاصل فائدہ بیچین کرنے سے
”	نظرِ لطف سی بس اک ہمیں محروم رہے	اور کیا عرض کریں آپ کو معلوم رہے
ریاض	یہ مجھپر کسے آج پیار آگیا	یہ کون آگیا میری آغوش میں
اقبال	سو سو اُمید بندھتی ہی اک اک نگاہ پر	مجکو نہ ایسے پیار سے دیکھا کرے کوئی
قوی امروہی	وصل کے وعدے میں شرطیں کیوں لگیں	اور سو باتیں تھیں لیکن کے لیئے
نامعلوم	مقصد تمہارے ہاتھ ہی قسمت خدا کے ہاتھ	جو کچہ خدا سے ہو وہ تمہاری زباں سے ہو
الیشرمنتظرمروی	جتنا بھی چاہیں ناز کریں اپنی جبیت پر	وہ ہاتھ جو گلے کا ترے ہار ہو گئے
نارگوالیاری	ہجر میری موت ہی اور زندگی میری وصال	اب بتاؤ تم کو ان دونوں میں کیا منظور ہی
بیخود دہلوی	یوں خاک میں ملا کے نہ ارمان جائیے	غصّہ کو تھوک دیجئیے بس مان جائیے

رمزوکنایہ

غالب	کس واسطے عزیز نہیں جانتے مجھے،	لعل و زمرّد و زر و گوہر نہیں ہوں میں
رسا	دل میں رکھو کسی کو۔ دلمیں رہو کسی کے	سیکھو ابھی طریقے کچہ روز دلبری کے
احسن مارہروی	پھیریگا دن ہمارے بھی آخر خدا کبھی	ظالم۔ کبھی ہی رات بڑی، دن بڑا کبھی
قوی امروہوی	نہ جب زندگی بھر کبھی آپ آئے	پسِ مرگ بھی آکے کیا کیجیئے گا
بیخود دہلوی	یہ گردش ہی نصیبہ کی یہ چکّر ہی مقدر کا	کسی کو یاد کیوں رہنے لگا رستہ مری گھر کا
منّوجان تسنیم	چلو تسنیم اُن کی بزم میں موقع اگر پایا	کہیں گے دل کی حالت کچہ اشاروں میں کنایوں میں

منتیں کی تھیں مری اور منایا تھا مجھے — وہ گھڑی یاد ہے، یار شک قمر بھول گئے — قیصر دہلوی

مرمٹا کوئی بلا سے تم تو غیروں سے ملے — تم تو سچے ہو گئے وعدہ تو پورا ہو گیا — دولہا

کیسے گلے رقیب کے کیا طعن اقربا — چاہے نہ جی ترا تو بہانے ہزار ہیں — نامعلوم

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق — اُس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے — ذوق

سچ ہے تمہیں کسی سے نہ مطلب نہ کچھ غرض — دن رات گھر میں غیر کے مہماں ہیں تو ہیں — تسلیم لکھنوی

آپ کا حال جو غیروں نے کہا ہے مجھ سے — کان ہیں میرے گنہگار۔ کہوں یا نہ کہوں — داغ

روٹھنا منانا

کیوں روٹھ گیا مجھ سے مرا یار الٰہی! — کیوں آنکھ ملاتا نہیں وہ۔ کچھ تو سبب ہے — مصحفی

سر اُٹھاؤ بُت بنے بیٹھے ہو کیوں — مانو۔ من جاؤ۔ خدا کو مان کر — حباب

عبث تم اپنا بناوٹ سے مُنہ بناتے ہو — وہ آئی لب پہ ہنسی، دیکھو مُسکراتے ہو — ذوق

نہ بگڑو بہت اب بناوٹ سے تم — وہ ہونٹوں پہ دیکھو ہنسی آگئی — نامعلوم

اچھا جو خفا ہم سے ہو تم اے صنم۔ اچھا — لو ہم بھی نہ بولیں گے خدا کی قسم اچھا — انشا

چھیڑ کا لطف تو جب ہے کہ کہو اور سُنو — بات میں تم تو خفا ہو گئے لو اور سُنو

تھوک دو غصہ پھر ایسا وقت آئے یا نہ آئے — آؤ مل بیٹھو کہ دو دو باتیں کر لیں پیار کی — اکبر میرٹھی

تین دن کے بعد ہے کینہ مسلماں کو حرام — آؤ من جاؤ لڑائی ہو چکی جانے بھی دو — قیصر دہلوی

تم روٹھ جاؤ ہم سے تو ہم منتیں کریں — ہم روٹھ جائیں تم سے تو ہم کو منائے کون؟ — [illegible]

ہے روٹھنے میں روز مزہ یار سے لڑ کر — ملتے ہیں تو پھر چھاتی سے چھاتی کو رگڑ کر — سودا

آپ روٹھے ہیں خدا تو نہیں روٹھا ہم سے — اپنے بندوں کا ہے وہ پوچھنے والا کیسا — قیصر دہلوی

چھیڑ کیسی بات کہتے روٹھ جاتے ہیں ریاض — اک حسیں ہر وقت ہو اُنکو منانے کیلیے — ریاض

چاہے اب دیکھ لو خفا ہو کر — ہم بھی ہرگز نہیں منانے کے — گستاخ رامپوری

ریاکاری

اکبر الہ آبادی — زاہد خلافِ شرع کبھی تھوکتا نہیں — لیکن اندھیری رات میں یہ چوکتا نہیں

" — پیش آجائے جو سجدہ تو نمازی بھی ہی — بت جو موقع پہ ملیں دست درازی بھی ہی

" — کفر کی رغبت بھی ہے دلمیں بتونکی چاہ بھی — کہتے جاتے ہیں مگر منہ سے معاذ اللہ بھی

ریاض — پارسا بن کے ریاض آئے ہیں میخانہ میں — آپ بیٹھے ہیں بچائے ہوئے دامن کیسا

" — باندھکر سبز عمامہ جو بھرا روپ ریاض — حضرت خضر سے اچھی رہی صورت میری

اظہر ہاپوڑی — لباسِ خضر میں یاں سینکڑوں رہزن بھی پھرتے ہیں — اگر رہنا ہے دنیا میں تو کچھ پہچان پیدا کر

صبا — اے زاہدِ ریائی۔ دیکھی نماز تیری — نیت اگر یہی ہے تو کیا ثواب ہوگا

خورشید — سجدہ خدا کو کرتے ہیں دل میں بتوں کی یاد — نادم ہیں خود کہ پڑھتے ہیں کیسی نماز ہم

آزاد انصاری — عشقِ اصنام بھی ہے دعوئ اسلام بھی ہے — تم کو آزاد عجب مرشدِ کامل دیکھا

انشا — کیا ہنسی آتی ہے مجکو حضرت انسان پر — فعلِ بد تو خود کریں لعنت کریں شیطان پر

ذہین { — بعض مکار اپنا ظاہر گو بنا لیتے ہیں خوب (قطعہ) — اور کھلتا ہے بشکل ہو جو انکے دلنشیں

آزمانے پر مگر ہوتا ہے ظاہر اسکا حال — جعلساز اُنسے زیادہ کوئی دنیا میں نہیں

صبا مرہی — بجھ سی بڑھکر حق پرستی کی دکھا دیتا بہار — کیا کروں آتی نہیں زاہد ریاکاری مجھے

منشی جان تسنیم — شوقِ جنت کا ہوس حور کی اللہ اللہ — شیخ صاحب کو مبارک ہو عبادت ایسی

رند

امیر — سراپا جرم ہوں لیکن وہ رندِ پاک طینت ہوں — کیا زاہد نے میرے آبِ خجلت سے وضو برسوں

داغ مرحوم — چار مل بیٹھے جہاں پھر وہی رنگ ادر ترنگ — کچھ عجب لطف ہے رندانِ خرابات کیساتھ

آزاد انصاری — حضرت آزاد ہم اک رند ہیں — پارسا یانہ ریا سے کیا غرض

میں وہ میکش ہوں کہ منہ چوستا ہوں واعظ کا	اُس کے لب پر جو کبھی ذکرِ شراب آتا ہے	قیصر دہلوی
ملیں گے پھر نہ ایسے لوگ یہ صحبت غنیمت ہے	کہا مانو۔ نہ جاؤ شیخ جی رندوں کی محفل سے	رفعت
رندِ خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو	تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو	ذوق
اے بادہ کشو شیخ کی دستار نہ تاکو	آیا ہے تو بس جھونک دو بھٹی میں چچا کو	نامعلوم

زاہد (ریاکار)

قسم ہے تجھ کو زاہد کیا کرے گر آنکھ سے دیکھے	چھلکنا ساغرِ مے کا چہکنا بادہ خواروں کا	داغ
ہوا ہے چار سجدوں پر یہ دعویٰ زاہدو تم کو	خدا نے کیا تمہارے ہاتھ جنت بیچ ڈالی ہے	
اب نہ قینچی سی زباں ہے اور نہ لب پر چوں ہے	چُپ کھڑے ہیں حضرت زاہد خدا کے سامنے	تجلی۔ گلبرگہ
کسی کی تو زاہد کو ہوتی محبت	بتوں کی نہ ہوتی خدا کی تو ہوتی	بینظیر وارثی
یہ شیخ جی جو مصلّے بچھائے بیٹھے ہیں	بُتوں کی یاد میں آسن جمائے بیٹھے ہیں	رنجور عظیم آبادی
کسی پر مر مٹے ہونگے مئے گلگوں بھی پی ہو گی	جوانی میں جناب شیخ نے کیا کچھ نہ کی ہو گی	گل حیدرآبادی
حضرتِ زاہد ہماری چھیڑ کی عادت نہیں	گدگدی ہوتی ہے دلمیں پارسا کو دیکھکر	ریاض
بڑے پاک طینت، بڑے پاک باطن	ریاض آپ کو کچھ ہمیں جانتے ہیں	״
شیخ اس ریشِ مقطع پہ یہ جھوٹی باتیں	شرم بھی تجھکو کچھ اے مردِ خدا آتی ہے	احسن مارہروی
پھندے ہیں لاکھ شیخ کی ڈاڑھی کی جھاڑیاں	کرتے ہیں اب شکار یہ ٹٹی کی آڑ میں	قیصر دہلوی
دن صاف گزرا صبح سے تا شام آج یوں	دیکھی تھی شکل شیخ فرشتہ خصال کی	صفوت دہلوی

شیخ جی کر چکے جب اپنے مریدوں کا شکار (خمسہ) اور اذاں سُن کے ہوئے جانے کو مسجد تیار
اہلِ مسجد نے سُنی چار طرف سے یہ پکار — اپنے جوتوں سے رہیں سارے نمازی ہشیار
اک بزرگ آتے ہیں مسجد میں خضر کی صورت
— نامعلوم

کیا آج بھی رندوں کے یہاں شیخ کی دعوت	کیوں بکھرے ہیں میخانہ میں تسبیح کے دانے	قوی

زندگی

نظیر اکبر آبادی — عیش کر خوباں میں اے دل شادمانی پھر کہاں ۔ شادمانی گر ہوئی تو زندگانی پھر کہاں

" — سیر کر دنیا کی غافل زندگانی پھر کہاں ۔ زندگی بھی کچھ رہی تو نوجوانی پھر کہاں

اکبر الہ آبادی — دن تو جنات کی خدمتیں بسر ہوتا ہے ۔ رات پریوں کی خوشامد میں گزر جاتی ہے

غالب — نغمہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیئے ۔ بے صدا ہو جائیگا یہ سازِ ہستی ایکدن

" — زندگی اپنی جب اس رنگ سے گزری غالب ۔ ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے

رفاقت — زندگی خضر و مسیحا کی نہ کیونکر ہوتی ۔ روگ الفت کا نہ تھا عشق کا آزار نہ تھا

آہیر — نہ بھول اس زندگی پہ غافل نہیں ہے کچھ اعتبار اسکا ۔ کہ راہ لیگی یہ اپنی اکدن عدم کا رستہ تجھے بتا کر

امیر الشعرا منظر امروہوی — دن زندگی کے چشم زدن میں گزر گئے ۔ جھونکے ہوا کے تھے ادھر آئے ادھر گئے

احمد سہارنپوری — بہت صدمے اٹھائے ہمنے تم پر مبتلا ہو کر ۔ ہماری زندگی کیا جی رہے ہیں بیحیا ہو کر

مست بنارسی — ایک دم اور سینکڑوں جھگڑے ۔ زندگی بھی عذاب ہوتی ہے

مفتون دہلوی — کیا کہیں اک دم کو کیا کیا زندگی بھر چاہیئے ۔ رہنے کو گھر چاہیئے، گھر کیلئے زر چاہیئے

" — کشمکش ہی میں کٹے لیل و نہارِ زندگی ۔ جان قربانِ اجل تھی، دل نثارِ زندگی

چکبست لکھنوی — زندگی کیا ہے؟ عناصر کا ظہورِ ترتیب ۔ موت کیا ہے؟ انہی اجزا کا پریشاں ہونا

سوز و ساز

داغ — یہ کسکی لو ہے اے دلِ مضطر لگی ہوئی ۔ اک آگ سی ہے سینہ کے اندر لگی ہوئی

نامعلوم — نہیں معلوم کیا اس سینۂ سوزاں میں جلتا ہے ۔ دھواں نوکِ زباں سے بات کرنے میں نکلتا ہے

غالب — آتشِ دوزخ میں یہ گرمی کہاں ۔ سوزِ غمہائے نہانی اور ہے

قوی — اللہ اللہ مرے سوزِ جگر کی حدت ۔ دیکھ پائے تو جہنم کو بخار آجائے

سلام، مزاج پرسی

خواب سا کچھ ہمکو یاد آتا تو ہے	آپ کو ہم نے کہیں دیکھا تو ہے	وحید منگلوروی
اُدھر سے ناز، ادھر سے نیاز لازم ہے	وہ لیں نہ لیں ہمیں جھک کر سلام کر لینا	ناطق الملک صفی امروہوی
غرض کلام سے ہے کچھ کلام کر لینگے	نہ دیں جواب وہ۔ ہم تو سلام کر لینگے	احسن مارہروی
رکھ کے خدمتیں مجھ سے کام تو لو	بات کرتے نہیں سلام تو لو	زند
پوچھئیے حال طبیعت، تو کہیں آپ کو کیا	رہئیے خاموش تو شکوہ ہے کہ پوچھا ہی نہیں	بیخود دہلوی
کیوں ہم کو کوئی پوچھے تعلق نہیں جسے	اچھے ہیں یا بُرے ہیں کسی کی بلا سے ہم	نامعلوم
نہ پوچھ دل کی حقیقت مگر یہ کہتے ہیں	وہ بیقرار رہے۔ جسنے بیقرار کیا	داغ
بہت اچھی نہایت خوب گزری	بھلا آفت زدوں کا پوچھنا کیا	نسیم
آئے کعبہ تک مرے لینے کو تم شکر خدا	یہ بتاؤ۔ خوش تو ہے ای اہل بتخانہ مزاج	صفی امروہی
پوچھا کہ حال کیا ہے دلِ بیقرار کا	ہم نے کہا کہ شکر ہے پروردگار کا	اکبر میرٹھی
کیا پوچھتے ہو حال دلِ بیقرار کا	اللہ کا ہے شکر۔ عنایت حضور کی	نامعلوم

سادگی وضع، سادہ دلی

عجب انداز تم نے سادگی کے یہ نکالے ہیں	فقط تنکے ہیں کانوں میں نہ بندی ہیں نہ بالی ہیں	نامعلوم
عجب عالم ہے اسکا وضع سادی شکل بھولی ہے	کھبی جاتی ہے دلمیں کیا رسیلی نرم بولی ہے	
نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی	کہ دیکھو خوشنما لگتا ہے کیسا چاند بن گہنے	نامعلوم
کس درجہ سادہ لوح ہیں عاشق مزاج بھی	جو ڈھب پہ چڑھ گیا وہ انہیں آگیا پسند	بیخود دہلوی
ظالم تو میری سادہ دلی پر تو رحم کر	روٹھا تجھی سے آپ ہی اور آپ ہی من گیا	قائم چاندپوری
میر کیا سادے ہیں بیمار ہوئے جس کے لیئے	اسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں	میر تقی میر
اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا	لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں	غالب

مُتفرّقات

کس کی تعریف کریں اُسکی ثنا سے پہلے
لائق حمد نہیں کوئی خدا سے پہلے

شوق لکھنوی
شوخیاں کرنے میں چل نکلی ہو تم حد سے سوا
باندھینگے منہدی لگا کر ہم تمہارے ہاتھ پاؤں

قیصر دہلوی
جب اُن سے کہا درد کی میرے بھی دوا ہو
فرمایا کہ اللہ کرے اور سوا ہو

نامعلوم
ہنگامہ ہے کیوں برپا تھوڑی سی جو پی لی ہے
ڈاکا تو نہیں مارا۔ چوری تو نہیں کی ہے

قیصر دہلوی
بس میری جان آنکھ ملا کر اُڑے یہ جام
اچھی کہی۔ شباب میں نفرت شراب سے

اکبر میرٹھی
آجا خدا کے واسطے رشکِ قمر کسی طرح
ہوتی نہیں شب فراق اب تو بسر کسی طرح

نامعلوم
کس شان کہ مہماں مرے گھر آئے ہوئے ہیں
سمٹے ہوئے جھینپے ہوئے شرمائے ہوئے ہیں

مبارک ناروی
اغیار کے قدم نہ جمے اُٹھکے چل دیے
میں بزم یار میں کبھی جا کر جو ڈٹ گیا

نامعلوم
کس قدر تمہیں گراں صبح کی بیداری ہے
ہمسے کب پیار ہے ہاں نیند تمہیں پیاری ہے

غافل
اب بھی باز آئے اگر غیر کے ملنے سے وہ شوخ
وہی باتیں وہی چرچے۔ وہی یارانے ہیں

غالب
ضد کی ہے اور بات مگر خو بُری نہیں
بھولے سے اُسنے سیکڑوں وعدے وفا کیے

ملک الکلام
وہ مرے دم توڑنے کی سیر گر دیکھا کریں
حشر تک زندہ رہوں اور نزع کا عالم رہے

اکبر الہ آبادی
تعلق عاشق و معشوق کا تو لطف رکھتا تھا
مزے اب وہ کہاں باقی رہے بی بی میاں ہو کر

ناطق الملک صفی
کوئی حسین ہو۔ یاروں کو عشق کر لینا
کوئی مسیح ملے۔ چار روز مر لینا

قوی امروہوی
چار دن کے حسن پر اتنا غرور
چاندنی ہوتی ہے کے دن کے لیے

جانی (بیگم جان)
کیا پوچھتا ہے ہمدم اس جسم ناتواں کی
رگ رگ میں نیشِ غم ہے کہیئے کہاں کہاں کی

نامعلوم
تمام عمر گزاری فراغ بالی میں
نہ خود حسین تھے۔ نہ عاشق کسی حسیں کے ہوئے

منشی جان تسنیم امروہی
قاصد مجھے وہ پوچھیں تو کہدینا۔ سرد تھا
لب خشک۔ رنگ زرد۔ کلیجہ میں درد تھا

نامعلوم
شہر میں گھر تھا کسی لیلی ادا کے گھر کے پاس
دشت میں بستر ہے اپنا قیس کے بستر کے پاس

نمکدانِ ظرافت یعنی مذاقیہ اشعار

صبح جب بول اُٹھا مرغ سحر کو کُڑوں کُوں	اُٹھ گئے پاس سے وہ رہ گئے ہم ٹوٹروں ٹوں	نظیر اکبرآبادی
مُنہ اندھیرے مجکو غافل دیکھکر شوخی سے وہ	آپ اُٹھکر چلدیئے پہلو میں تکیہ دھر گئے	نامعلوم
انتہائے لاغری سے جب نظر آیا نہ میں	ہنس کے وہ کہنے لگے بستر کو جھاڑا چاہیئے	ناسخ
اے شیخ جو بتائے مے عشق کو حرام	ایسے کے دو لگائے بھگو کر شراب میں	داغ
کیوں نہیں غیروں سے پردہ کیوں نہیں	وہ ترے خالو نہیں، ماموں نہیں	اکبر
نمازوں پر نمازیں پڑھ رہا ہے	مگر زاہد نے کوئی حور تاکی !	بیخود دہلوی
شب وصل جانے کی ہے یہ دُہائی،	خود آدھی بجے سے اذاں دے رہے ہیں	راسخ
قندلب کا اُن کے بوسہ بے تکلف لیلیا	گالیاں کھائیں بلا سے مُنہ تو میٹھا ہو گیا	مفتون دہلوی
ہوئے اسقدر مہذب کبھی گھر کا مُنہ نہ دیکھا	کٹی عمر ہوٹلوں میں۔ مرے ہسپتال جاکر	اکبر الہ آبادی
اکبر دبے نہیں کسی سلطاں کی فوج سے	لیکن شہید ہوگئے بی بی کی نوج سے	〃
جان بھی جائے گو خرابی سے	ہاتھ اُٹھے نہ پر رکابی سے	نامعلوم
رات شیطاں کو خواب میں دیکھا	ساری صورت جناب کی سی تھی	〃
قل ہو اللہ لگیں پڑھنے ہماری آنتیں	فاقہ جس روز ہوا۔ یاد خدا بھی آئی	〃
یاں سے واں واں سے یہاں حکم ہوا وصل کی شب	ہم اُٹھاتے ہی بچھاتے رہے بستر اپنا	〃
اُن کی فرمائش نئی دن رات ہے	اور تھوڑی سی مری اوقات ہے	〃
ابھی کہتا ہوں دروازہ کی کُنڈی کھولدیجیئے	نہیں تو میرا سر ہے آج اور صاحب کی چوکھٹ ہے	انشا مرحوم
عجب مرغی کی بچی ہے شب وصل	کہ بھاگی نوک دُم مرغ سحر سے	قوسی امروہی
ایک کافر پہ طبیعت آگئی	پارسائی پر بھی آفت آگئی	صمد
دروازہ کی جب ہمنے زنجیر ہلائی ہے	چمٹا لیئے گھر میں سے ماما نکل آئی ہے	سفلی اکبرآبادی

حضرتِ حجام تو پھرتے تھے سب کو مونڈتے — عشق کے کوچہ میں اُن کی بھی حجامت ہوگئی

حجامت بنانے کو آیا تھا نائی (رباعی) حجامت بناتے ہی مانگی رضائی

مجھے برمحل یہ مثل یاد آئی — کہ دمڑی کی بڑھیا ٹکا سر منڈائی

مُردوں کو زندہ کرتے تھے جو وہ تو مر گئے — زندوں کے مارنے کو مسیح زماں ہوئے

رکھے اس لالچی لڑکے کو کوئی کبتلک بہلا — چلی جاتی ہے فرمائش کبھی وہ لا کبھی یہ لا

حورانِ خلد بولتی ہیں بڑھ کے بولیاں — نیلام ہو رہا ہے تمہارے شہید کا

اے بادہ کشو۔ شیخ کی دستار نہ تاکو — آیا ہے تو بس جھونکدو بھٹی میں چچا کو

ہجر کی۔ غم کی۔ شب تار کی ایسی تیسی — کون جھنجھٹ میں پڑے یار کی ایسی تیسی

بال بھی۔ بال سی باریک بھی معدوم بھی ہے — کیا کمر ہے۔ کمرِ یار کی ایسی تیسی

ایک گھڑکی میں گریں دونوں زمیں پر تڑسے — یار کی۔ یار کی تلوار کی ایسی تیسی

ایک سی ایک شب ہجر میں بڑھ کر آیا — کبھی کھٹمل۔ کبھی پسّو۔ کبھی مچھر آیا

چاہیئے زرانِ تبانِ سیمتن کیواسطے — ہاں قلندر میں نہیں کوڑی کفن کیواسطے

بیکار خفتگانِ لحد کو نہ جانیئے — خفیہ سُرنگ کھود رہے ہیں پڑے پڑے

ڈرتا ہوں جو پہنچے غیر کے آنے سی بزم میں — کمبخت لے نہ بھاگے مری جوتیاں کہیں

کریگا ہمسری کیا عشق میں کوئی بھلا میری — کہ جلمیں رات دن بھرتا تھا مجنوں کا چچا میری

کہا مجنوں کی ماں نے گالیاں دیونگی لیلیٰ کو — موئی۔ کلموہی مجھسے چھین بیٹھی مامتا میری

غرض تجھکو نہیں ہمسے تو ہمکو کیا غرض تجھسے — یترا ہنام ہی کوئی جسے ہم یاد کرتے ہیں

دعا مانگ لو۔ تم بھی اپنی زباں سے
کہ پورا ہو جو مدعا ہو کسی کا

تمام شد حصہ اول

معذرت

لکھ دیا جو کچھ بھی مجھ سے ہو سکا * لَیسَ لِلاِنسَانِ اِلّا مَا سَعیٰ

اس مجموعہ میں چونکہ بہت سے اشعار بعض کرمفرما حضرات کی زبانی یادداشت سے درج ہوئے ہیں اسلیے یہ اندیشہ قرینِ قیاس ہی کہ اُن اشعار میں یا اُن اشعار کے مقابل جو اُنکے مصنفین کے اسمائے گرامی درج ہیں اُن میں غلطیاں رہ گئی ہونگی، لیکن چونکہ یہ کتاب اپنی طرز کی سب سے پہلی تالیف یا اپنے رنگ کا نقشِ اوّلین ہے اور ناچیز مؤلف ایک انسان جسکا خمیر خطا و نسیان سی ترکیب دیا گیا ہے اِس لیئے اُمید ہے کہ اہلِ نظر اصحاب بجائے گرفت کے میری لغزشوں سے مجھے مطلع فرماکر ممنونِ احسان فرمائینگے تاکہ آئندہ اڈیشن میں شکریہ کے ساتھ اُنکی تنبیہ سے فائدہ اُٹھایا جائے۔

نکتہ چین طبیعتوں سی امید ہے کہ وہ تلاشِ معائب کیجگہ جستجوئے محاسن میں سعی کرینگی

فرق آنکھوں میں نہیں، فرق ہی بینائی میں * عیب بیں عیب ہنرمند ہنر دیکھتے ہیں

ناچیز عزیز (مؤلف)

اطلاع

بعض احباب کے اضطراب اور اصرار کیوجہ سے اس کتاب کو پہلے حصہ کی حیثیت سے شائع کر دیا گیا ہے، اور اُمید ہے کہ ناظرین قدر دانی فرما کر حوصلہ افزائی سے کام لیں گے، دوسرا حصہ بھی اعلیٰ درجہ کے پھڑکتے ہوئے اشعار کو اپنے آغوش میں لیئے ہوئے انشاءاللہ عنقریب شائع ہوگا۔ مگر نئے لباس، نئے رنگ اور نئے انداز میں، موجودہ کتاب میں اور اُسمیں زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔ اُس کے عنوان حسب ذیل ہیں:۔

شبِ وصل۔ صبحِ وصل۔ شبِ ہجر۔ شامِ وصل۔ شراب و ساقی۔ شوخی۔ شوخ طبعی۔ ستم ظریفی۔ شکوہ شکایت۔ ضد۔ طعن تشنیع۔ عشق و الفت عاشق مزاجی۔ عید۔ غرور۔ غم و رنج۔ غصہ۔ غنچہ و گل۔ فاقہ مستی۔ قطع تعلق گالی۔ گدگدی۔ معشوق۔ مہمان۔ مسکرانا۔ موت۔ نقاب۔ نزاکت۔ نشانی وصل۔ وطن۔ یاد وغیرہ وغیرہ۔

اِن سرخیوں کے ماتحت جو چلبلے اشعار اساتذہ کے جمع کیئے گئے ہیں وہ بطور خود نہایت قیمتی اور قابل دید نعمت ہیں۔ اور ضرور اس قابل ہیں کہ اُن کو حرزِ جاں سمجھکر اپنے پاس رکھا جائے۔

جذبات ہیں بلند تو برتر خیال ہے ۔ جو بات ہے خدا کی قسم بیمثال ہے

ناچیز عزیز

آپ بیتی یہ خواجہ صاحب نے اپنی ولادت سے لیکر اسوقت تک کی نہایت ہی دلکش اور نہایت ہی سچی سوانح عمری لکھی ہے کسی واقعہ پر پردہ نہیں ڈالا گیا بہت پرلطف ہے اس میں خواجہ صاحب کی دو عکسی تصویریں بھی ہیں۔ قیمت بارہ آنے۔

جگ بیتی بہت سے دردناک اور نتیجہ خیز قصوں کا دلکش اور دلسوز مجموعہ جو نہایت مقبول ہوا ہے۔ قیمت آٹھ آنے۔

محفلنامہ گیارہویں شریف ۔ گیارہویں شریف کی محفلوں میں پڑھنے کے لیئے نہایت عمدہ اور قابل دید کتاب۔ حضرت غوث پاک رضؓ کے نہایت مستند اور صحیح حالات ۔ قیمت بارہ آنے۔

بچوں کی کہانیاں اس میں وہ تمام کہانیاں جمع کی گئی ہیں جو شریف اور بڑے مسلمان گھرانوں میں بیویاں اپنے بچوں سے کہا کرتی تھیں' ان کے متعلق اس میں کئی تصویریں بھی شامل ہیں جو حیدرآباد کے مشہور وزیر اعظم مہاراجہ سرکشن پرشاد صاحب بہادر کے ہاتھ کی بنی ہوئی ہیں۔ قیمت دس آنے۔

قرآن اور حدیث سے سجدۂ تعظیم کا ثبوت دیکھنا ہو تو حضرت خواجہ صاحب کی مشہور و معروف کتاب **"مرشد کو سجدۂ تعظیم"** منگائیے۔ قیمت ۸/

بیوی کی تعلیم عورتوں کی تعلیم میں بے نظیر کتاب ہے۔ کئی بار چھپی ہے کئی صوبوں نے اس کتاب کو اپنے ہاں کے زنانہ نصاب تعلیم میں شامل کیا ہے عہر

بیوی کی تربیت ۔ یہ بیوی کی تعلیم کا دوسرا حصہ ہے اس میں سولہ مختلف مگر ضروری سوالات کے زبردست جواب ہیں جو ملک کی تعلیمیافتہ اور قابل بی بیوں نے تحریر فرمائے ہیں۔ قیمت عہر

اولاد کی شادی یہ بیوی کی تعلیم کا تیسرا قابل دید اور قابل قدر حصہ ہے یہ تینوں حصے ضرور منگا کر ملاحظہ فرمانے چاہئیں۔ اولاد کی شادی کی قیمت عہ

مینیجر محبوبیہ کتب خانہ۔ کلاں محل دہلی

موجودہ دور کے شعرائے باکمال سے

التماس

لطف و کرم عام کیئے جا
آیا ہے جو دنیا میں تو کچھ نام کیئے جا

مانا کہ آپ فکرِ سخن فرما کر پاکیزہ تر مضامین کے بیش بہا موتی سلکِ نظم میں پروتے ہیں۔

مانا کہ آپ لطیف تر جذبات اور وقیع تر خیالات کے جواہر پاروں کا لازوال خزانہ اپنے قبضہ میں رکھتے ہیں۔

مانا کہ آپ اپنے فن میں وحید العصر ہیں۔

مانا کہ آپ اپنے کمال میں فرید الدھر ہیں **لیکن** اگر کسی سبب سے آپ یا آپ کے کمال سے قدر دانانِ سخن کماحقہٗ واقف اور مستفیض نہیں ہیں تو سمجھ لیجئے کہ آپ کی یہ تمام کوشش "کوہ کندن و کاہ برآوردن" سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔

خود تو فرمایئے عمر بھر جگر کاویاں کرنی۔ تمام زندگی دماغ سوزیوں میں گذارنی اور اپنی تمام مدت العمر کے اُن قابل قدر خیالات کو جن سے اپنے ملک اپنی قوم اور اپنی زبان کو گرانقدر فوائد پہنچ سکتے ہوں ایک تنگ حلقہ میں محدود رکھنا یا قعرِ گمنامی میں چھوڑ کر چل بسنا کہاں تک درست ہے۔

لہذا دیر لگانی اچھی نہیں۔ غفلت اور بے نیازی چھوڑیئے اور اپنی عمر بھر کی کمائی کی قدر کیجئے۔ اور اپنے کمال کو موجودہ محدود حلقوں سے وسیع میدان میں لاکر فیضِ عام کا چشمہ جاری کیجئے تاکہ تشنگانِ سخن سیراب ہو کر آپ کو قبولِ عام اور بقائے دوام کی سند عطا کریں۔ اور آنے والی نسلیں فیضیاب ہو کر دعائے خیر سے یاد رکھیں۔ پس جلد از جلد اپنے مختصر حالات زندگی یعنی سال و جائے ولادت۔ تعلیم۔ اشغال۔ تلمذ وغیرہ قلمبند فرما کر مع کافی **انتخابِ کلام** روانہ فرما دیجئے تاکہ اُن کو شائع کر کے شائقین و قدردانانِ سخن کو وسیع پیمانہ پر فیض پہنچایا جائے اور آنے والی نسلوں کیلئے دیگر باکمالوں کی صف بصف آپ کی دائمی یادگار قائم رہے۔

عزیز الرحمٰن۔ کلاں محل۔ دہلی۔

نوٹ۔ یہ تذکرہ بالتقید حروف تہجی چھوٹی چھوٹی کتابوں کی صورت میں شائع ہوتے رہیں گے۔ لکھائی۔ چھپائی۔ کاغذ وغیرہ اعلیٰ ہوگا اور ایک ایک جلد صاحبانِ تذکرہ کو بلا قیمت نذر کی جائیگی۔

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

ع ع

۱۸ ۳ ۱۹۰۸

عزیز الرحمن صاحب

حصہ اول

زندہ دلی

سلسلۂ مجلس تحریر

[illegible]

[illegible]